جب دل ملے تب گل کھلے

نیلم ریاست

ناول — نیلم ریاست

جب دل ملے تب گل کھلے

محبت کے احساس سے جب وہ پہلی دفعہ واقف ہوا تو جسم و جان میں ایک نئی توانائی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ اس کو اپنے رویے پر پچھتاوا نہیں تھا۔ پچھتاوا تو تھا مگر اس وقت اسکی سمجھ جو آیا اسکے مطابق جو رویہ اس نے اپنی جان کے ساتھ روا رکھا وہ ٹھیک تھا۔ کیونکہ وہ یہی سمجھی تھی کہ وہ اس سے نفرت کرتا ہے پیار اور لگاوٹ کا اظہار سوچے سمجھے منصوبے کا ایک حصہ تھا اسی ایک جوئے میں وہ اپنی متاع ہار گیا تھا اور اب اپنا وجود بالکل کھوکھلا لگتا تھا دن رات یہ سوچنے میں مصروف رہتا کہ کیا ساری زندگی ایسے ہی کٹنی ہے۔ اسقدر ویران اور پچھتاووں بھری محبت ہر ایک کو راس بھی کہاں آتی ہے۔ اب اس نے اپنی ساری زندگی اس کے بغیر ہے گزارنی تھی۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا اور اس چار منزلہ عمارت کے تیسرے حصے میں موجود ایک آفس کا فون بجنے لگا تو وہاں اندھیرے میں صوفے پہ نیم دراز وجود میں حرکت پیدا ہوئی بے دلی سے اٹھ کر لائٹ جلائی فون ابھی بھی مسلسل بج رہا تھا۔ میز کے قریب آ کر سیٹ کی سکرین پہ چمکتا ہوا نمبر دیکھ کر ایک دفعہ پھر سے خود کو ملامت کرنے کو جی چاہا۔۔۔۔۔ ایک عورت تو تقدیر نے دور کر دی تھی۔۔۔ مگر ایک ابھی اس وقت گھر پہ بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ فون اٹھانے کی بجائے کرسی کی بیک سے اپنی جیکٹ میز پہ پڑی گاڑی کی چابیاں اور موبائل

اٹھا کر آفس کو لاک لگا کر وہاں سے نکل گیا۔

☆---☆---☆

آنے والوں میں دو خواتین اور ایک آدمی شامل تھا۔ ہونے والے سُسر ساس اور نند بیچارے شکل سے ہی بھلے لوگ معلوم ہو رہے تھے۔ سلام دعا کے بعد انٹرویو کا سلسلہ شروع ہوا۔ نہ نہ لڑکے والوں کی جانب سے خاک محترمہ شانزے شفقت کی جانب سے تابڑ توڑ سوال پڑے کہ ان کے سامنے کیا روجر فیڈرر کی سروس کی سپیڈ ہوگی۔ لڑکے کی عمر؟ اسکا قد؟ تعلیم جتنی بھی ہو اسکی کمائی کتنی ہے؟۔ اپنے بارے میں خود ہی بتا دیتی ہوں۔ عمر میری تیس سال ہے۔ جرنلزم میں ماسٹر کی ڈگری لی ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ فلم میکنگ بھی پڑھ رکھی ہے۔ مستقبل میں انشا اللہ ایک عدد فلم تو ضرور بنا سکتی ہوں۔ اسلام آباد میں ابو کا ایک فلیٹ ہے اسی میں اپنے بیٹے ابراہیم کے ساتھ رہتی ہوں۔ آپ لوگ یقیناً ابراہیم سے ملنا چاہتے ہونگے پر اس وقت وہ گھر پہ نہیں ہے انشا اللہ اگلی دفعہ ضرور ملاقات ہوگی۔"

امی نے ہزار اشارے کیے شبانہ بھابھی نے ٹوکنا چاہا مگر اُسکی زبان کو بند کرنا تھا نہ رُکی۔

"میری تو بہت اچھی جاب ہے جو کبھی نہیں چھوڑ سکتی ہاں اگر میں آپکو پسند آجاتی ہوں تو مشکل تو ہوگی مگر میں آپکے بیٹے کو وہیں اپنے ساتھ ایڈجسٹ کر لونگی آخر وہ شوہر ہوگا اور دوسرا گھر داماد بھی۔"

اب مہمانوں کے کہنے کو بچا ہی کیا تھا بیچاروں کی سٹی ہی گم ہوگئی۔ شرمندگی کے مارے اماں تو نظر نہ اٹھا پائی تھیں۔ "شانزے تمہیں اوپر والا پوچھے آخر تم میرے کن گناہوں کی سزا ہو"

"ایکسکیوز می پلیز آپ لوگ تو کھانا شانا کھا کر ہی کہیں جائیں گے مگر میں اسوقت جلدی میں ہوں پھر کبھی ملیں گے خدا حافظ۔"

بھاگتے ہوئے وہ اک لمحے کو ابو کے قریب رُکی اُنکے گلے میں بانہیں ڈال کر گال پر بوسہ لیا۔

"میں جا رہی ہوں اور امی کو آپ ہی سنبھالیں گے"

ابو نے تاسف سے سر جھٹکتے ہوئے کہا: "As usual"

"وہ خود ایسے مواقع پیدا کرتی ہیں ابو میں کیا کروں"

"یعنی حد ہو گئی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔"

ابو نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا تو لمحہ بھر کو آنکھ میں نمی اتر آئی۔

گیٹ کے باہر فیصل انتظار میں تھا بمعہ اپنی کمتارہ مزدکی۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے پچھلی سیٹ پہ اپنے بیگ کی موجودگی کو یقینی بنایا۔ اور ہینڈ بیگ سنبھالتی فیصل کے برابر بیٹھتے ہی شور مچانے لگی۔ "چلو جلدی نکلو یہاں سے ورنہ میرے ساتھ ساتھ تم بھی مرو گے۔"

"تم سے اُمید بھی یہی ہے۔ خود تو جا کر دوسرے شہر مصروف ہو جاتی ہو میں بیچارہ یہاں طعنے سننے کو بچ جاتا ہوں۔" اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے اک نظر شانزے پہ ڈالی۔ "ویسے شانی قیامت والے دن اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گی ماں کا کتنا دل دکھاتی ہو۔"

"زیادہ مولوی صاحب بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اٹھا کر گاڑی سے باہر پھینک دوں گی اور جلدی چلو فرحانہ بھابھی کہ میکے سے ابراہیم کو بھی لینا ہے۔ خبیث آدمی بینک میں اتنی اچھی پوسٹ پہ قابض ہوئے بیٹھے مگر مجال ہے جو کبھی جیب میں گل گل کر ختم ہوتے پیسوں کو کہیں استعمال کرنے کی غلطی کر جاؤ کیا جہیز میں لیکر جاؤ گے سارا پیسہ؟"

"ہنہ چھوٹے لوگوں والی چھوٹی سوچ! او بی بی اپنی شادی کے لیے جمع کر رہا ہوں۔ شاندار شان و شوکت کے ساتھ ہو گی اپنی شادی کہ دنیا دیکھتی ہی رہ جائیگی۔"

"شیخ چلی مت چھوڑا کرو بے پاؤں کی نیلے ہو جاؤ گے اِک دن جھوٹ بول بول کر اور وہ جو تمہاری منگیتر ہے ناں حد درجہ کی ہونّق کا نمونہ ہے۔ پلٹ کر شکل تک نہیں دیکھے گی۔" ساتھ ہی بولی "نہ جانے وہ کونسے ماں باپ ہیں دنیا میں جنکے بچے اتنے تابعدار ہوتے ہیں۔ ایک میرا بیٹا ہے ماں کو پوچھنا تو در کنار بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا اور چل دیا منہ اُٹھا کر۔"

فیصل کو اچھا موقع مل گیا تھا چڑانے کا اس لیے چہک کر بولا "او بی بی اسکو مکافات عمل کہتے ہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی اسلیئے جو تم میری معصوم خالہ کے ساتھ کرتی ہو وہ بھی نظر میں رکھو۔"

جواب میں شانزے نے بری طرح گھورا۔ "میں نے کیا نافرمانی کی ہے کمینے کہیں کے۔"

"شانزے جی یہی بات ہی ہمیشہ جا کر گولی کی طرح لگتی ہے۔"

اچھا تمہیں بڑی ہمدردی ہے میری اماں سے تو پھر کیا خیال ہے تم ہی کیوں نہیں پڑھوا لیتے مجھ سے نکاح اماں کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور تمہارا جذبہ حب الخالہ کو بھی دوام مل جائے گا۔

"ویسے آپس کی بات ہے میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ کیا؟"

کہ میں ہی خالہ کی ٹینشن ختم کر دیتا ہوں۔ چلو قربانی بہت بڑی سہی مگر شہیدوں کا مرتبہ بھی تو دیکھو۔

ہاں، ہاں کیوں نہیں تو پھر کورٹ میرج کر رہے ہو یا رشتہ بھیج رہے ہو؟

اب تم خود سیانی ہو رشتہ بھیجوا کر میں نے منگیتر کے ہاتھوں گنجا تھوڑی ہونا ہے۔ اسلیے کورٹ میرج ہی ٹھیک رہے گی۔"

"اف کیا تھا جو اگر تمہارے پیٹ کی طرح تمہارا دل بھی بڑا ہوتا فوراً شادی کر لیتی پر اب نہیں کیونکہ ایک بزدل کے ساتھ میرا گزارا نہیں ہو سکتا۔

ہاں جی تمہیں تو کوئی تیس مار خان ہی بیاہنے آئے گا۔ آئی بڑی!

فرحانہ بھابھی کے گھر اندر جانے کا مطلب تھا کہ جہاز مس کر دو یقیناً امی کا فون ادھر آچکا ہوگا پھر فرحانہ بھابھی کیوں اپنی ساس کا بدلہ نہ لیں گی۔ اسی لیے اُس نے باہر بنچے میں کھیلتے ہوئے ابراہیم کو آواز دی چوکیدار کو انفارم کیا اور فرار ہو لی۔ ابھی گاڑی تھوڑی ہی دور آئی ہو گی کہ موبائل بج اٹھا دوسری طرف حسب توقع فرحانہ ہی تھیں۔ پھر تو جی جوں ورس شروع ہوا ایرپورٹ آ گیا، چیک ان کے بعد سامان کلیر کروایا امیگریشن کے بعد ویٹنگ ایریا، میں بیٹھے بھی آدھا گھنٹہ بیت گیا۔ موبائل کو کان سے لگائے رکھنے سے بازو اکڑ گیا مگر دوسری جانب سے ہونے والی گولا باری نہ تھمی آخر اسکی ہمت نے جواب دینا ہی تھا۔

"بھابھی خدا کا نام لیں! سب کچھ یاد ہے مجھے، کچھ نہیں بھولی ہوں نہ اپنے گھر کی اپنی تہذیب اور شرم و حیا ہی ہے جو مجھے لوگوں سے جھوٹ بولنے نہیں دیتی۔ میں شادی سے انکاری تھوڑی ہوں" اُس نے تھوڑا تحمل سے کام لیا۔ آپ بس جو رشتہ ڈھونڈیں انہیں پہلے سے ہی میرے بارے میں سب کچھ بتا دیں سب جان لینے کے بعد بھی کوئی آتا ہے تو کر لوں گی شادی۔ ساتھ ہی فون بند کر کے بیگ میں پھینکا۔ توبہ ہے بھابھی تو امی سے بھی چار

ہاتھ آ گئے ہیں۔ چہرے پہ آئی لٹوں کو کوفت سے جھٹکا۔ اپنا رُخ روشن ابراہیم کی جانب موڑا۔

”تم بتاؤ نہ ذرا کس کی اجازت سے ممانی کے ساتھ گئے تھے۔؟ لہجے میں سختی تھی۔

ممی میں بتاتا ہوں مگر پہلے آپ میری بات سُن لیں۔

ماں کون ہے؟ میں یا تم؟

آپ ہی ہیں۔ ابراہیم نے جیسے سر پیٹ لیا۔

تو پھر پہلے میری بات کا جواب دو۔

ممی نانو نے بھیجا تھا۔ ویسے ممانی آپ سے اچھی ہیں۔

ہاں ساری دنیا میں ایک میں ہی بری ہستی پیدا ہوئی ہوں۔ مگر صاحبزادے میری ایک بات کان کھول کر سُن لو۔ اگر آج کے بعد تم میری اجازت کے بغیر یا مجھے بتائے بغیر کسی بھی نانی ممانی خالہ کے ساتھ کہیں گئے تو ہڈی پسلی ایک کر دوں گی۔

ابراہیم کیلئے یہ دھمکیاں معمول کی بات تھیں۔ اگر آپ کی بات مکمل ہو چکی ہو تو کیا میں بھی کچھ کہہ سکتا ہوں؟

ہاں بھئی بولو۔

آپ اُن انکل کے پیپرز پہ بیٹھی ہوئی ہیں۔

پہلے تو گردن گھما کر ابراہیم کے اُن انکل کے اشارے کی جانب دیکھا جہاں واقعی کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ پھر فوراً سے بیشتر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ نظروں کے سامنے کالی سیاہی سے رنگے کچھ پیپرز اور اُس بیچارے کا پاسپورٹ تھا۔ مارے شرمندگی کے اور کچھ نہ سوجھا تو پیپرز اٹھا کر ابراہیم کو گھورا۔ پہلے کیوں نہیں بتایا؟

آپ سنتیں تب تھا ناں۔ ابراہیم ماں سے بھی زیادہ صاف گو تھا۔

پیپرز کو ترتیب دے کر معذرت کے ساتھ موصوف کی طرف بڑھایا۔ مگر وہاں بھی عجیب عالم تھا۔ سامنے بیٹھی ہستی یقیناً اس بات سے بے خبر تھی کہ وہ اپنے ڈرائنگ روم کی بجائے ائرپورٹ پہ موجود ہے۔ پورے بینچ پہ اسکی چیزیں بکھری پڑیں تھیں۔ دو تین فائلز دس بارہ پیپرز اور ایک کم سن سی بچی کو کمر پہ ہاتھ ڈال کر اپنی ایک ٹانگ پہ بٹھا رکھا تھا۔ بچی جو کہ سو رہی تھی بیچاری کا سر نیچے کو لڑھکا ہوا تھا۔ مگر اس آدمی کی ساری توجہ سامنے کھلے

لیپ ٹاپ پہ تھی۔ ایک ہاتھ سے ٹائپنگ ہو رہی تھی۔ اب اتنی مصروفیت کے دوران شانزے کی طرف سر اٹھا کر دیکھنا بھی محال تھا۔ وہ اپنی ساری کوفت بھول کر منہ کھولے اس آدمی کو دیکھ رہی تھی۔ میکانکی انداز میں پیپرز ابراہیم کی طرف بڑھائے اور خود آگے بڑھ کر اس آدمی کی گود میں سے بچی کو اٹھالیا جسکی عمر بھی ڈھائی سال کے قریب ہی ہوگی۔

"یہ کیا طریقہ ہے کسی بچے کو اٹھانے کا؟"

اوہ! تھینک یو!

موصوف نے ایک لمحے کو چونک کر نظر اٹھا، فریم کے پیچھے آنکھوں نے شانزے کو فوکس کیا اپنا اکڑا ہوا بازو دو تین بار زور زور سے جھٹکا لیپ ٹاپ گود میں رکھا اور لگا ادھر گرد کو بھول کر ٹائپ کرنے۔ شانزے کے پاس اتنا ٹائم نہیں تھا کہ بیٹھ کر اس نمونے کی حرکتوں پر حیران ہوتی کیونکہ بچی کو اٹھاتے ہی بڑی ناخوشگوار بدبو ناک سے ٹکرائی تھی۔ اف اللہ! کس قدر کوئی احمق انسان ہے بچی کو اتنی بڑی شہزادی ہے گندی بچی سمیت ہی سوگئی بیچاری۔

ابراہیم! انکی مسز کہاں ہیں؟

اس نے تعجب سے کندھے اچکائے۔ "مجھے کیا علم۔ یہ ہی جانیں"

ایک لمحے کو سر اٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا۔ "میرے ساتھ اس وقت اور کوئی نہیں ہے اگر آپ اسکی بچی بدل سکتی ہیں تو برائے مہربانی بدل دیں یہ اسکا بیگ رکھا ہے"

شانزے نے حیرت سے اسکی ہدایت سنی جو ارد گرد سے غافل ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا۔

"آج کا دن ہی شائد میرا امتحان لینے کے لئے چڑھا ہے"

غصے سے بڑبڑاتی ہوئی بیگ اٹھا کر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ بہن بھائیوں کے بچوں اور خاص کر ابراہیم کی پرورش کے دوران ان کاموں کی تو وہ ماہر ہو چکی تھی اس لیے آرام سے اپنا کام کیا۔ بچی بھی شائد کچھ زیادہ ہی نیند کی پیاری تھی اتنا شور جھٹکے کچھ بھی اسے بیدار نہ کر سکے۔ وہ واپس آئی تو منظر بدل چکا تھا۔ ساری فائلز پیپرز لیپ ٹاپ ایک سیاہ بیگ میں بند ہو چکے تھے۔ اور وہ آدمی ابراہیم سے باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی جیکٹ پہن رہا تھا۔ شانزے پہ نظر پڑتے ہی فرمانے لگا۔

کمال کرتی ہیں آپ بھی کیا پیمپی بدلنے میں اتنی دیر لگتی ہے۔ کب سے اناؤنسمنٹ ہو رہی ہے، اور میں یہاں کھڑا آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

شانزے کا تو دماغ ہی گھوم گیا۔ ایکسکیوزمی!

وہ اسکو جواب دینے کی بجائے اسکے چہرے کو غور سے پڑھنے لگا۔ پھر ایک نظر مڑ کر ابراہیم پہ ڈالی جو اپنی گیم میں گم ہو چکا تھا۔ شانزے کے ہاتھ سے بیگ لیکر اپنے ایک کندھے پہ رکھا دوسرا ایک دوسرے پہ۔

"مجھے لگتا ہے میں نے پہلے بھی آپکو کہیں دیکھا ہوا ہے۔"

"ہاں دیکھا ہوا ہے ناں ابھی تھوڑی دیر پہلے میں ہی آپکی بیٹی کو یہاں سے لیکر گئی تھی۔"

شانزے کے طنز کو وہ خاطر میں لیے بغیر ابراہیم کی طرف اشارہ کرتا پوچھنے لگا۔ "کیا یہ آپکا بیٹا ہے؟"

"جی الحمدللہ میرا ہی بیٹا ہے اور یہ بھی ہیں اپنی بیٹی۔"

سامنے والے نے بچی کو اٹھا کر گال پہ پیار کرتے ہوئے اپنے کندھے سے لگا لیا۔ ساتھ ہی بولے۔ "آپکی مدد کا بہت شکریہ۔ ویسے آپکے بیٹے کی شکل میری ایک عزیز از جان ہستی سے مل رہی ہے۔ ذرا غور کریں کیا آپکو نہیں لگتا کہ آپکے بیٹے کی ناک میری ناک سے ملتی ہے؟"

شانزے کا دماغ بھک سے اڑا۔

"چیچھچے مرو تم ذلیل انسان" وہ اُسے گھورتی ہوئی ابراہیم اور اُس آدمی کے درمیان کھڑی ہوگئی۔ "سچی بات تو یہ ہے کہ تم مجھے پہلی نظر میں ہی پاگل معلوم ہوئے تھے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے، بہرحال ایک دفعہ پھر بہت شکریہ اللہ حافظ"

مزید کچھ بھی کہے بغیر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے ہٹ گیا۔ ان لوگوں کی مطلوبہ پرواز کا بھی اناؤنس کیا جا رہا تھا ماں بیٹا اپنی منزل کو روانہ ہوئے۔

☆.....☆.....☆

لاہور سے واپسی کے بعد سے اُس نے خود امی کو رابطہ کرنے کی کوشش بھی نہیں کی بس بھابھی اور ابو وغیرہ سے بات کرتے ہی فون بند کر دیتی او بھئی ضرورت ہی کیا تھی یہ کہنے کی کہ آنٹی مجھے مار۔ پر اُس وقت اُسے حیرت

ہوئی جب اس کے ساتھ ناراضگی ہونے کے باوجود اماں نے خود ہی رابطہ کر لیا۔ اُس دن وہ ابراہیم کی پیرنٹس نائٹ سے ہو کر آئی تھی اور رپورٹ اچھی ملنے کی وجہ سے موڈ بھی خوشگوار تھا۔ اماں کی آواز سنتے ہی اُن کو بھرپور مکھن لگانے کا پروگرام بنا چکی تھی۔

اسلام علیکم اماں کیسی ہیں آپ؟؟ اچھا کیا آپ نے اب مجھے معاف کر دیا۔ یچ میں بہت مشکل ہے آپ کے ساتھ بات کیے بغیر اتنے دن گزارنا۔

وعلیکم السلام۔ ابھی تک تو زندہ ہی ہوں ورنہ تم نے کسر تو چھوڑی نہیں مجھے ذلیل کر کے خودکشی پہ مجبور کرنے میں۔

ہائے اللہ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ مریں آپ کے دشمن اماں پلیز غصہ تھوک دیں ناں۔ میں تھوڑا شادی سے انکاری ہوں بس لے آئیں کوئی بندہ کا بچہ پھر اگر کچھ کہوں تو نام بدل دینا۔ اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے اس نے شیخی بھگاری۔ دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی چھائی رہی۔

یہ بات ہے؟

اماں نے پوچھا تو وہ فٹ سے بولی۔ تو اور کیا!! اب بتائیں سب ٹھیک ہیں؟

ہاں کرم ہے اللہ کا ٹھیک ٹھاک ہیں۔ مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔

جی جی کہیے میں سن رہی ہوں۔

شانزے تمہارے ابو کے دوست نے اپنے بیٹے کے لئے تمہارا ہاتھ مانگا ہے۔

شانزے نے اپنا سر پیٹ لیا۔ یعنی حد ہی ہو گئی اماں آپ پھر شروع ہو گئی ہیں میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں خدا کے لیے یہ ناپک چھوڑ دیں۔

میں یہ ناپک اس لیے نہیں چھوڑ سکتی شانی کیونکہ میں تمہاری ماں ہوں۔ مجھے تمہاری کمائی کھانے کا کوئی شوق ہے اور نہ ہی گدھوں کی طرح کام کام کی مشق میں جتے رہنا پسند ہے۔ بس تمہیں تمہارے گھر میں ہنستا بستا دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور اب تم مزید کوئی بکواس کیے بغیر میری پوری بات سنو گی۔ تمہاری شروع سے یہی رٹ رہی ہے، ناں کہ شادی کرا لو گی مگر اپنی شرطوں پہ تو وہی بتانے کے لئے تمہیں فون کیا ہے۔

تمہارے ابو اس فیملی کو بڑی اچھی طرح جانتے ہیں۔ اچھے کھاتے پیتے شریف لوگ ہیں۔ اُنہوں نے رشتہ بھیجا تو تمہارے ابو اور بھائیوں نے پوری چھان بین کی اور پھر خود لڑکے سے بات کر کے تمہارے ابو نے تمہاری ساری شرطیں بتادیں۔ اب یہ تمہاری خوش بختی ہی ہے شانی کہ اُسے تمہاری ساری شرطیں منظور ہیں۔ ہارون سلجھا ہوا اور میچور لڑکا ہے۔ تمہارے لئے اس سے بہتر انتخاب اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اماں بولتی جارہی تھیں اور حیرت کے مارے اُس کی زبان سلب پڑی تھی دل کسی گہری کھائی میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا۔ اماں مزید اس رشتے کے فوائد پہ دل و جان سے روشنی ڈالنے میں مصروف تھیں۔

"نہ اسے ابراہیم کو ساتھ رکھنے پر اعتراض ہے۔ نہ تمہاری جاب پہ نہ اکیلے رہنے پہ۔ اور سب سے اہم اسکو تمہاری سابقہ ڈائیورس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اتنا اچھا رشتہ تو اللہ کی جانب سے کوئی خاص انعام ہی ہے۔ اس لیے ہم نے ان لوگوں کو بغیر کوئی وقت ضائع کیے بغیر ہاں میں جواب بھجوادیا ہے۔

اس نے ریسیور پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے ہاتھ کی کپکپاہٹ کو کم کرنا چاہا۔

منگنی وگنی کے چکر میں پڑنے کی بجائے ہم سب نے فیصلہ کیا ہے کہ سیدھا نکاح ہی کرنا چاہیے۔ (وہ تو آپ نے پہلے بھی پڑھوایا تھا۔ جو آپ کی ہر بات بلاچوں چرا کیے مان گیا ہے اسکی خامیاں بھی تو دیکھ لیتی تھیں۔)

تم بس اب گھر آجاؤ چھٹی لے لو یا نوکری چھوڑ کر آجاؤ۔ شادی کے بعد پھر دیکھ لینا۔ سامان وغیرہ تو پہلے ہی تیار پڑا ہے۔ بس کپڑے زیور وغیرہ لینا پڑے گا۔ وہ بھی جب پیسہ جیب میں ہو تو سب کچھ آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے دو ہفتے بعد کی تاریخ فائنل کردی ہے۔ (سارا کچھ فائنل کر لیا اور اسکو اب بتا رہی ہیں جس نے بھگتنا ہے،) تم بس فوراً گھر آجاؤ اور ہاں ایک اور بات "ہارون کی ایک ڈھائی سال کی بیٹی ہے۔ میرا نہیں خیال کہ تمہیں اس پہ کوئی اعتراض ہوگا؟ ہونا بھی نہیں چاہیے۔ وہ مرد ہو کر تمہارے بیٹے کو قبول کر رہا ہے۔ تمہیں تو ویسے بھی بچے بہت پسند ہیں۔

اس کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ فون بند کر دیا۔ کارڈلیس ہاتھوں میں تھا۔ ساکت سی اپنی جگہ بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ آخر یہ سب ہو کیسے گیا۔ اور اتنی جلدی؟ اس نے تو شرطیں رکھیں ہی اس لیے تھیں کہ کون مائی کا لال کسی اور مرد کے بچے کو اپنے بچے سا پیار اور تحفظ دے سکتا ہے، وہ بھی پاکستان کے معاشرے میں تو ناممکن۔ اسی

لیے وہ اپنے حال میں مگن تھی۔ شادی کے بارے میں کبھی سنجیدگی سے سوچا تک نہ تھا۔ یہی خیال تھا کہ اماں آخر کب تک رشتے ڈھونڈتی رہیں گی۔ تنگ آ کر خود ہی یہ سلسلہ ترک کر دیں گی۔ مگر یہ کیا ہو گیا۔ یہ تو امید ہی نہ تھی کہ وہ ایسا وار بھی کر سکتی ہیں۔ اور یہ فضول لوگ کیسے ہیں کہ لڑکی سے ملے بغیر ہی شادی پکی کر دی۔ کچھ دیر پہلے کا خوشگوار موڈ سب غارت ہو چکا تھا۔ جانتے ہیں، ناں سب کہ چاہے جتنی بھی بولڈ ہوں مگر باپ کی عزت پہ حرف نہیں آنے دوں گی۔ باپ کی نظریں نہیں جھکا سکوں گی۔ تبھی مجھ ایسے بے علم رکھ کر وار کیا ہے۔

ابراہیم اپنے کمرے سے باہر آیا تو اُسے روتا دیکھ کر تشویش سے فوراً اسکے پاس آیا۔ ممی سب ٹھیک ہے ناں؟

آپ رو کیوں رہی ہیں۔؟

اُس نے چونک کر ابراہیم کی جانب دیکھا جو اسکے سامنے کارپٹ پہ دوزانو بیٹھا اُسے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر اُسکو دیکھتی رہی پھر اسکی پیشانی پہ بوسہ دیکر تیزی سے اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

ارے انکو کیا ہوا؟ اُس نے فون اُٹھا کر نانا کا نمبر ڈائل کیا۔ نانا؟

وسلام بیٹے ممی ٹھیک ہیں؟

نہیں اسی لیے تو فون کیا۔

کچھ نہیں ہوا بیٹے جانتے تو ہو کتنی جذباتی سی ہے۔ تم اپنی تیاری کرو تمہارے عادل ماموں تم دونوں کو لینے آ رہے ہیں۔

نانا عام طور پہ تو میں اور ممی خود ہی چلے جاتے ہیں پھر اس دفعہ کیا وجہ ہے کہ ماموں خود لینے آئیں گے؟

بس بیٹے جب تم آ جاؤ گے تو بہت اچھا سا اک سرپرائز دوں گا۔

اچھا نانا جی جیسے آپکی مرضی مگر پلیز ممی کو کال ضرور کر لیجیے گا۔ مجھ سے اُن کی اداسی نہیں دیکھی جائے گی۔ ویسے آپس کی بات ہے کہیں پھر سے نانو جی نے کوئی رشتہ تو نہیں ڈھونڈ لیا؟

دوسری طرف شفقت صاحب دل کھول قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔ بس سمجھو اس دفعہ ممی بولڈ آؤٹ ہو گئی ہیں۔ نانو نے اگلے پچھلے سب حساب بے باک کر دیے۔

سچ کہہ رہے ہیں؟

سو فیصد بیٹا جی!

یہ ناممکن ہے نانا۔ ممی کو نانو نے اتنی آسانی سے کیسے ایکسپٹ کر دیا۔

"اس دفعہ ہو گئی ابی ڈیئر تم ماسی سے بولو تمہارا اور ممی کا سامان باندھ دیں۔ لمبی چھٹی ہے۔

نمبر ا ابھی بولتا ہوں۔ ماموں کب تک آئیں گے؟

کل آئیگا۔

او کے نانا سی یو خدا حافظ نانی۔

☆.....☆.....☆

دوسرے دن رات کو وہ لوگ لاہور پہنچے۔ گھر کا تو ماحول ہی بدل گیا تھا۔ بڑی دونوں باجیاں آنکی آمد سے پہلے ہی آچکی تھیں۔ تینوں بھابھیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور اماں کے تو خوشی سے پاؤں زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے۔ مذاق، مبارکبادی، قہقہے، ڈھولک کا تے سبھی کچھ اُس کے لیے بہت اچانک تھا۔

اگر مجھے علم ہوتا ناں کہ مجھ سے ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جانے کی آپ لوگوں کو اتنی خوشی ہونے والی تھی تو یقین مانیے کسی بھی ایرے غیرے کی گردن پہ چھری مار کر کب کی آپکی خوشی کا سامان کر چکی ہوتی۔

"پریشانی یہ خوش نصیبی تو ہارون کہ حصے میں لکھی جا چکی تھی کوئی ایرا غیرا کہاں سے آتا۔" باجی نے اُس کے پھولے ہوئے چہرے پہ پیار کیا۔

بڑی بھابھی بھی اسکی معلومات بڑھانے لگیں۔ ویسے شانی بندہ ہے دل خوش کر دے والا۔ بذات خود آکر اِدھر ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر ابو کے ساتھ سارے معاملات طے کر کے گیا تھا۔

وہ جو پہلے ہی جلی بھنی بیٹھی تھی مزید تپ کر کہا۔ میری طرف سے بھاڑ میں جائے نہ جانے منحوس کہاں سے ٹپک پڑا۔

سوچ سمجھ کر بولو کیا بول رہی ہو اب تو تم نے بھی اُس کے ساتھ ہی جانا ہے جہاں وہ جائے گا۔ بھابھی نے یاد کروایا تو وہ بے بسی سے انہیں گھور کر رہ گئی۔

جبکہ باقی ساری عوام کے قہقہے بلند ہوئے اب آیا ناں اونٹ پہاڑ کے نیچے!

خوش تو سبھی تھے۔ مگر جو روشنی اماں کے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔ نہ جانے کیوں پر وہ اُس خوشی کے ابدی ہونے کی دُعا کرنے سے خود کو روک نہ پائی۔ کیونکہ وہ اتنی پیاری لگ رہی تھیں کہ وہ ساری ناراضگی و غصہ بھلائے اُن کے گلے لگ گئی۔

اتنا کم وقت ہونے کے باوجود سارے انتظامات بغیر کسی دشواری کے مکمل ہوتے چلے گئے۔ باقی تو سب ٹھیک تھا مگر ایک بات اُسے مسلسل حیران کر رہی تھی اور وہ یہ کہ ہارون کی فیملی سے کوئی بھی اس سے ملنے کی نیت سے ایک دفعہ بھی نہیں آیا تھا۔ آخر ایسا کیوں؟۔ جب نہ رہ پائی جا کر براہ راست اماں سے ہی پوچھ لیا۔

"اماں یہ جو لوگ آپکی بیٹی کو بیاہ کر کے جانے والے ہیں کیا انکو مجھ سے اتنی بھی غرض نہیں کہ آ کر ایک دفعہ یہ ہی دیکھ جاتے کہ لڑکی کی آنکھیں بھینگی وینگی تو نہیں"۔

ارے بات پکی ہونے سے پہلے اتنے سارے چکر لگا چکے ہیں بیچارے اور اب دن ہی کتنے ہیں تیاری کریں کہ ادھر کے گیڑے لگائیں۔ ویسے بھی گھر میں افراد ہی کتنے ہیں۔ ابا تو انکے بیچارے ہیں ہی معزور۔ بہنیں اپنے گھروں والی ہیں ایک بھابھی رہ جاتی ہے، وہی سب تیاری کر رہی ہے۔ (چلو قصہ ہی ختم)

اُس دن ایک تو جوتے خریدنے تھے اور وہاں سے پھر پارلر جانا تھا۔ گاڑی وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی جب پارلر سے کچھ دور ہی اُس نے اچانک گاڑی روک دی۔ اور تیزی سے گردن موڑ کر پاس سے گزرتی کار کو غور سے دیکھنے لگی۔

یہاں کیوں رک گئیں؟

آپا آپ نے دیکھا اُس گاڑی میں ابراہیم تھا۔

ابراہیم ابو کے ساتھ ہوگا۔ یہاں کہاں۔ ایویں تمھیں شک ہوا ہوگا۔

آپا اور بھابھی کی بات پہ کان دھرنے کی بجائے اس نے بیگ سے فون برآمد کرتے ہی ابو کا نمبر مِلایا۔ ابو جی کیا ابراہیم آپ کے ساتھ ہے؟ ہاں اِدھر ہی ہے کیوں؟

آپ میری اُس سے بات کروا دیں پلیز۔

کیا بچوں والی باتیں کر رہی ہو شانی میں اِدھر مصروف ہوں اور تم بھی جس کام سے نکلی ہوئی ہو دھیان سے

مکمل کر کے گھر آؤ۔ ابراہیم ادھر ہی ہے۔ اپنی بات پوری کر کے انہوں نے کال کاٹ دی۔

آئی ڈونٹ بلیو ابو نے میرا فون بند کر دیا۔ حیرت ہی حیرت تھی۔

تم بھی تو ایویں ہی بات کا ایشو بنا لیتی ہو۔

"کمال کرتی ہیں آپا! میں نے ابراہیم کو کسی غیر آدمی کی گاڑی میں جاتے دیکھا ہے۔ آپکے خیال میں یہ ایویں ہی بات ہے؟

وہ کسی غیر کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ ہارون کے ساتھ تھا۔ آپا جذباتی پن میں راز کھول گئیں۔ اور شانزے دھک سے رہ گئی۔

ابراہیم ہارون کے ساتھ کیوں ہے؟ وہ کہاں سے اجنبی نہیں ہے؟ کس کی مرضی سے وہ اس آدمی کے ساتھ گیا تھا؟

شانی ہارون کوئی غیر تو نہیں ہے دو دن بعد اسی کے ساتھ تمہاری شادی ہے۔

"ہو رہی ہے شادی آپا ابھی ہوئی نہیں!

Now this is too much to b

ایک تو آپ لوگوں نے اٹھا کر آناً فاناً رشتہ طے کر دیا ہے۔ شادی رکھ دی اب مجھے خبر بھی نہیں اور وہ آدمی میرے بچے کو ساتھ لیے گھوم رہا ہے۔ کوئی حد ہوتی ہے آپا برداشت کی۔ میں جانتی تک نہیں ہوں کہ وہ آدمی کیسا ہے؟ کیا خبر کوئی قاتل ہے غنڈہ ہے میں اسکے بارے میں کچھ نہیں جانتی صرف آپ لوگوں کی خواہش اور خوشی کی خاطر خاموش ہوں تو پلیز اسکا ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔

"توبہ ہے شانی تم نے تو کھڑے کھڑے ہارون کو غنڈہ موالی نہ جانے کیا کیا بنا ڈالا۔ تمہاری اطلاع کے لئے بتادوں کہ وہ بہت ہی قابل بھروسہ انسان ہے"

"ہاں وہ تو میں دیکھ ہی رہی ہوں۔" جل کر کہنے کے ساتھ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے گھر کی راہ لی۔ پچھلی سیٹ پہ موجود بھابھی نے جب گاڑی مطلوبہ منزل کی بجائے مخالف سمت میں جاتی دیکھی تو بولنا ضروری جانا۔

"اب کیا غضب کر رہی ہو آج کا ٹائم دیا ہوا ہے شیڈز والی نے" تمہارا فیشل وغیرہ کرے گی"

جواب میں وہ موڑ کاٹتے ہوئے پھاڑ کھانے کو دوڑی تھی۔ بھاڑ میں گیا فیصل آپ فوراً سے پہلے اس اپنے باعتبار کہاچے کو فون کریں کہ ابھی کے ابھی میرے بیٹے کو گھر پہ چھوڑ کر جائے نہیں تو میں یہ شادی کا پروگرام بھی بھاڑ میں پھینک دوں گی۔" ایک جھٹکے سے گاڑی گھر کے سامنے روک کر بی بی شانزے بہن اور بھابھی کو ارے ارے کرتا چھوڑ کر یہ جا وہ جا۔

☆---☆---☆

"برداشت ایک آنے کی نہیں ہے تمہارے اندر میں کہتا ہوں خالہ آخر یہ کیسے نبھاہ کرے گی نندوں اور ساس کے ساتھ؟" وہ پھولے منہ کے ساتھ باغیچے میں چکر پہ چکر کاٹتے چلی جا رہی تھی وہیں کرسیوں میں ایک پہ اماں ایک پہ ابو اور تیسری پہ فیصل بیٹھا کینو پہ کینو کھائے جا رہا تھا۔

"جتنی تیزی سے ہاتھ اور منہ چل رہے ہیں ناں تمہارے کوئی اندھا بھی دیکھ کر سمجھ جائے کہ مفت کے مال پہ ہاتھ صاف کرنے کے نادر موقعے سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔"

شانزے کی بات پہ فیصل نے ہاتھ اٹھا کر اسکا لوتگ مارچ ایک لمحے کو رکوایا۔ "شانی اللہ سچا جانتا ہے کہ جب سے مجھے خالہ نے یہ کہہ کر کینو پیش کیے کہ کھاؤ بیٹا شانی کے سسرال سے آئے ہیں یقین جانو ہاتھ رک ہی نہیں رہے ہیں نہ ہی نیت بھر رہی ہے۔"

"پھر تو ایسا کرو کہ پھٹ جاتا پر ہاتھ نہ روکنا کیونکہ ہو سکتا ہے آج کے بعد نہ یہ سسرال رہنی ہے نہ کینو آنے ہیں۔"

"شانزے اپنی زبان کو لگام دو جو منہ میں آتا ہے بکے جاتی ہو۔" اماں نے بری طرح لتاڑا تھا۔

"تو پتا کروائیں نا آخر وہ آدمی ابراہیم کو لیکر ابھی تک آیا کیوں نہیں میری یہاں جان پہ بنی ہوئی ہے۔ اور آپ لوگوں میں سے کسی کے سر پہ جوں تک نہیں رینگ رہی۔ بہت ہو گیا ابو بس آپ فوراً مجھے اس ہارون نامی آدمی کے گھر کا پتہ دیں۔ میں خود جا کر اسے لے آتی ہوں۔ چلو فیصل اٹھ کر گاڑی نکالو۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی گاڑی کی چابی فیصل کی جانب اچھالی۔ جسے کیچ کرتے ہوئے اس نے فوراً خالہ کی گود میں ڈال دیا۔

"نہ بابا میں کینو چھوڑ کر جانے کا رسک نہیں لے سکتا واپسی تک ختم ہو گئے تو پھر؟"

”اف لالچی موٹے بندر تمہارا کچھ نہیں بن سکتا۔“ وہ اُس سے مایوس ہو کر اب واپس ابو کی طرف آئی۔”

ابو جی پلیز چلیں ناں میرے ساتھ!“

شانزے یہ کیا تم نے بچوں والی ضد لگا رکھی ہے۔ ابھی تمہارے سامنے میری بات ہوئی ہے وہ بچہ کہہ رہا ہے کہ کچھ دیر تک پہنچ جائے گا تو پھر کیا مسئلہ ہے؟

میرا مسئلہ یہ ہے ابو جی کہ ابراہیم اس آدمی کے ساتھ کیوں بھیجا گیا؟

یہ کوئی اتنا مشکل سوال نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آسکے بھئی آسان سی بات ہے ہارون شادی سے قبل کچھ وقت ابراہیم کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے۔“

حالانکہ ابو اُس کی شادی مجھ سے طے پائی ہے اور اُس نے میری شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کیا۔

”لو جی کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا تو سیدھی طرح بولو نہ کہ تم بھی ہارون کے ساتھ ڈنر پہ جانا چاہتی تھی۔ ایویں تب سے ابراہیم ابراہیم لگا رکھی ہے۔ خالو لگائیں ہارون کو فون کے اس بیچاری کو بھی لے جائے نہیں تو یہ یہاں پر جل جل کر کالی ہو جائے گی۔“

”میری جوتی جاتی ہے کسی کے ساتھ ڈنر پہ۔“ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ فیصل کو کچا چبا جاتی۔

”واہ بھئی بڑی ایڈوانس جوتی ہے۔“

وہیں کھڑے اُس نے اپنے پاؤں سے جوتا اُتارا اور رکھ کر فیصل کو نشانہ مارا۔ ”خبیث انسان میری یہاں جان پہ بنی ہے اور تمہیں چٹکلے سوجھ رہے ہیں۔“

پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔ رات کا کھانا بھی احتجاجاً گول کر دیا اس پہ بھی انتہا یہ ہوئی کہ کسی نے ایک دفعہ بھی آ کر پوچھنا گوارا نہ کیا کہ آخر کھانے سے کیا غصہ؟ جلی بھنی بیٹھی تھی۔ جب موبائل پہ آنے والی کال نے توجہ کھینچی۔ نمبر کوئی انجانا سا تھا اس لیے لٹھ مار انداز میں اُٹھایا۔

”ہیلو؟“ دوسری طرف ٹریفک کے شور کے علاوہ کسی انسان کی آواز نہ اُبھری۔ کچھ لمحے انتظار کے بعد وہ پوری طرح گرج کر بولی۔ ”بھئی بتانا ہے کہ یہ نمبر کس خوشی میں ملایا تھا یا لائن کاٹ دوں؟

”اطلاع کے مطابق تم کافی غصے میں لگ رہی ہو۔“ دوسری جانب سے آنے والی بھاری مردانہ آواز کو

پہچاننے کی کوشش تو کی مگر بے سود۔

"اچھا کس ٹی وی چینل والوں کو اعزاز ملا یہ بریکنگ نیوز سب سے پہلے نشر کرنے کا؟ اور آپ حضور اپنا تعارف بھی کروا دیں تو مہربانی ہو گی۔"

"یہ سوال مجھ سے دو دن بعد پوچھنا گردن اکڑا کر جواب دوں گا کہ میں تمہارا شوہر بات کر رہا ہوں۔ اس وقت کوئی تعارف دینے کی نیت سے نہیں گیا فون صرف یہ عرض کرنے کو کیا ہے کہ میں معذرت چاہتا ہوں کہ تمہارے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ میں اس بات سے واقف نہیں تھا کہ ابراہیم کو تمہاری فیملی تمہارے علم میں لائے بغیر میرے ساتھ بھیجتی رہی ہے۔ مجھے یہی خوش فہمی رہی کہ تمہاری اجازت سے ہی آتا ہو گا۔"

اس کا جی تو چاہ رہا تھا کھری کھری سنانے کو مگر ماں کا ہنستا مسکراتا چہرہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ مجبوراً بولی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"کیا مطلب کیا تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟"

"خیر یہ بھی میں نے نہیں کہا، جس انسان کو میں جانتی تک نہیں اپنے بیٹے کو اس کے ساتھ مر کے بھی کہیں نہ جانے دوں۔"

اچھی بات ہے میں سمجھ سکتا ہوں مگر میرے لئے ضروری تھا یا نہیں پر ابراہیم کے لئے بہت زیادہ ضروری تھا کہ وہ ہماری شادی سے پہلے مجھ سے مل کر مجھے کچھ جان لیتا کیونکہ اچانک سے اتنی بڑی تبدیلی ایک بچہ بعض اوقات ذہنی طور پر قبول نہیں کر پاتا تو سوچو ہمارے لئے کس قدر مسئلہ ہوتا۔ مگر میں یہ بات ضرور کہوں گا، کہ ابراہیم بہت سلجھا ہوا برائٹ بچہ ہے۔ اپنی عمر کے بچوں کے مقابلے میں زیادہ میچور سوچ کا مالک ہے۔ مجھے اس سے مل کر حقیقی خوشی ملی ہے۔ سو پلیز اب تم آنٹی لوگوں پہ مزید غصہ نہ کرنا۔"

شانزے بس خود پہ ضبط کر گئی، وہ مزید کہنے لگا۔

"تمہاری طرف سے مجھے ایک دو اور بھی سوال موصول ہوئے ہیں۔ (بھلا کب؟) تمہارا گلہ اپنی جگہ بالکل جائز ہے کہ میری فیملی سے کوئی بھی تمہیں ملنے کیوں نہیں آیا۔ تو لگے ہاتھوں اسکا جواب بھی سن لو جو سسٹر ادھر ہے اسے آج کل سفر کی اجازت نہیں دوسری دونوں ملک سے باہر ہیں عین ٹائم پہ پہنچ رہی ہیں۔ ادھر بھابھی ہیں تو وہ

آج کل بازار کے چکر لگا لگا کر گھن چکر بنی ہوئی ہیں پیچھے بچے بابا اور میں اور بابا تو کہیں اتنا آتے جاتے نہیں ہیں (ہاں ہونے والی بہو کو ملنا دنیا کا غیر اہم ترین کام ہے اور وہ ایسا کیوں کریں۔) اب رہ گیا میں تو اس وقت تمہارے گھر کے قریب ہی موجود ہوں اگر تمہارا حکم ہو تو اپنے اس ضروری کام چھوڑ کر سر کے بل حاضر ہو جاتا ہوں۔" (ہاں ہاں کیوں نہیں مری جا رہی ہوں ناں تم سے ملنے کو ایک تو میری مجبوری فیملی کیا کروں میں اکلوتی ہیں پکڑ کر ڈیل کروا دیا اب کیا ضرورت تھی اس کو یہ سب بتانے کی) کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے کال کاٹ دی۔

پر دل مطمئن نہ تھا۔ بھلا ایسی ہوتی ہیں شادیاں؟ خیر ان لوگوں کو بس مجھے رخصت کرنے کی جلدی ہے بعد میں جو مرضی ہو۔ غصے میں بدگمانی عروج پہ پہنچی ہوئی تھی پر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ شادی کے سب انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ اتنا کم وقت ہونے کے باوجود سب کچھ احسن طریقے سے انجام پا گیا۔ شانزے شفقت نے اپنا آپ ہارون کے نام لکھ دیا۔ نکاح نامہ پہ دستخط کرنے سے پہلے اس نے ہر وہم کو دل و ذہن سے نکال کر پورے خلوص کے ساتھ یہ نیا تعلق جوڑا تھا۔ یہ سوچ کر کہ کیا پتا اللہ نے اس آدمی کو خاص میرے لئے بنایا ہو۔ مگر رخصتی کے وقت پھر دھچکا لگا جب بھابھی نے آ کے لہنگا بدل کر کوئی ہلکا سا جوڑا پہن لینے کو کہا جس پہ فوراً سوال اٹھایا

"ایسا کیوں؟"

آپا آرام سے بولیں۔ کراچی تک کیا یوں بھاری لہنگے کے ساتھ سفر کرو گی۔"

"مگر کراچی کیوں جانا ہے۔؟"

"ایک تو شانی تمہارے سوال کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ بھئی ہارون کا تعلق جب کراچی سے ہے تو جانا ہے کا بھی ادھر ہی ناں۔ چلو جلدی سے اب لباس بدل لو سب لوگ گاڑیوں میں بیٹھ رہے ہیں ایئر پورٹ جانا ہے۔"

پھر تو کراچی آنے تک اسکا ذہن اس تنے اچانک ہونے والے انکشاف پر ہی اُدھیڑ بن میں پڑا رہا۔ سارا راستہ ساتھ بیٹھی خاتون جو کہ خود کو ہارون کی خالہ بتا رہی تھیں۔ وہ ہی بولتی آئی تھیں شانزے بس ہو ہاں میں سر ہلاتی رہی۔ ساری فیملی ائیر پورٹ تک سی آف کرنے آئی تھی۔ یہ جان کر بھی دل کو سکون تھا کہ ابراہیم بھی کراچی جا رہا تھا۔ اس دوران سب ہی نظر آئے تھے سوائے اس کے جس کا نام ہارون تھا۔ اور اب وہ واقعی گردن اکڑا کر خود کو اس کا شوہر بولنے کی پوزیشن میں آ چکا تھا۔ کراچی ائیر پورٹ سے گاڑی انہیں لیکر بخت ولا آئی تھی۔ جو کہ پورے

جوبن کے ساتھ روشنیوں میں گھرا ہوا تھا۔

بہت سی گاڑیاں آگے پیچھے آ کر وہاں رُکی تھیں۔ اُنہی میں ایک سے وہ برآمد ہوا تھا۔ ڈارک سلور گرے ڈنر سوٹ دراز قامت روشن چہرے پہ فتح مندی کی کھلتی مسکراہٹ جو کہ اسکی خوبصورت شخصیت کو مزید چار چاند لگا رہی تھی۔ آج وہ حقیقی طور پہ خوش تھا۔ آخر اتنا بڑا بلکہ ناممکن نظر آتا محاذ اتنی آسانی سے مار لیا تھا۔ شانزے کی گاڑی سیدھی پورچ میں رُکی تھی۔ اُسکے استقبال کو ھارون کی بہنیں اور بھابی پھولوں کے ہار لئے پہلے سے وہاں موجود تھیں۔ جن کو پہچانتے ہی شانزے لڑکھڑا گئی۔ اس لڑکھڑاہٹ کا نوٹس اور کسی نے لیا ہو یا نہ پر ہارون نے ضرور دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ بالکل اُسکی پشت پہ کھڑا تھا۔ شانزے یہ بھی بھول گئی کہ آج اس گھڑی وہ نئی نویلی دلہن ہے۔ اور دلہنیں یوں آنکھیں پھاڑ منہ کھولے سب کو نہیں دیکھتی ہیں۔ اُس نے لہنگا تو اُتار دیا تھا۔ مگر جو فراک پہنا تھا وہ بھی کام والا ہی تھا گہرے سبز رنگ میں اُسکی گلابی رنگت دمک رہی تھی۔ رہی سہی کسر اندر اُبلتے غصے نے ایکسٹرا بلش آن لگا کر پوری کر دی تھی۔ سبھی خواتین نے باری باری اُسے ساتھ لگا کر پیار کیا۔ مگر شانزے کے ہاتھ پہلو میں ہی گرے رہے۔ کسی قسم کا کوئی خوش کُن ردِعمل ظاہر نہ کر پائی دوسری جانب شاید کوئی منتظر بھی نہ تھا۔ اسلئے ڈھیروں پھولوں کی پتیوں کی چھاؤں میں اُسے اُسکے کمرے تک پہنچایا گیا۔

کوئی بھی رسم کرنے سے ہارون نے خود ہی منع کر دیا تھا یہ سوچ کر کہ اگر وہ مہمانوں کے سامنے ہی پھٹ پڑی تو پھر؟ حقیقت بھی یہ تھی اسکا ذہن پوری طرح ماؤف تھا۔ اتنا بڑا دھوکہ؟ اتنی بڑی دغابازی؟ اتنا بڑا جھوٹ آخر کیوں؟ اب ذہن میں اُٹھنے والے ہر سوال کا جواب مل گیا تھا۔ سبھی اُلجھنیں حل ہو گئی تھی۔ اُس کے اندر آگ لگی ہوئی تھی جی چاہ رہا تھا ہر چیز تہس نہس کر دے۔ ساری روشنیاں گل کر کے اُن لوگوں کے منہ نوچ لے بیچ بازار میں کھڑا کر کے اگلی پچھلی ساری نسلوں کو گالیاں دے۔ آخر کیا سمجھ کر یہ کھیل کھیلا گیا؟

مہمان وغیرہ سبھی باری باری رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ وہ خود باہر دروازے پہ کھڑا سب کو الوداع کہہ رہا تھا۔ اسکی بہنیں جانا تو نہ چاہتی تھیں مگر ہارون کے اصرار پہ جانا پڑا۔ آخر میں بھابی نوکروں کو ضروری ہدایات دیتی ہوئیں اسکے قریب آ گئیں۔

"ہارون مجھے لگتا ہے کہ شانزے کو کافی صدمہ ہوا ہے۔ ہمیں اسکو پہلے سے ہی سب سچ بتا دینا چاہیے تھا۔

اب نہ جانے وہ اس رشتے کو قبول بھی کرتی ہے کہ نہیں۔"

"آپ لوگ فکر کیوں کرتے ہیں۔ اس وقت کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ وہ میری بیوی ہے۔" اُسکے لب مسلسل مسکرا رہے تھے۔ "غصہ کرے گی چیخے چلائے گی۔ ناراضگی دکھائے گی۔ اور یہ سب کرنا اُس کا حق بھی ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ یہ حقیقت نہیں بدل سکے گی کہ میں اسکا ہسبینڈ ہوں۔" اپنی بات کو خود ہی انجوائے کرتے ہوئے مکمل کر کے ہنسا تھا۔

"بدتمیز کہیں کے! تمہارے دانت نکل رہے ہیں اندر اُس بیچاری پہ نہ جانے کیا بیت رہی ہوگی۔"

بیچاری!!! اور وہ!! خدا کا خوف کھائیں وہ کہاں کی بیچاری ہوگئی۔ پوری ایک نمبر کی آفت ہے۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ اندر کیسے جاؤں گا۔ سوچ رہا ہوں ہیلمٹ پہن کر جاؤں۔"

بھابھی نے ہنستے ہوئے اُسے شانے پہ ایک ہاتھ رسید کیا۔ اور باہر گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔ جہاں اُنکا بڑا بیٹا چمن گارڈز اور ڈرائیور کے ساتھ انتظار کر رہا تھا۔ ماں کے بیٹھنے کے بعد چمن نے سر باہر نکال کر اُسے مخاطب کیا۔

"او کے چاچو' چاچی سے تو سلام تک نہیں لینے دی بہت ظالم قسم کے شوہر ثابت ہونے والے ہیں۔ میری پیاری چچی کو میری طرف سے بیسٹ آف لک بول دینا۔ میری ساری ہمدردیاں اُن کے لیے ہیں۔"

ہارون نے ہنستے ہوئے اُسے گھورا "میری رعایا میں تم بھی میری مرضی کے خلاف نہیں ہلتا کجا کہ کوئی میری زوجہ سے ہمدردی جتائے۔ گستاخ لڑکے فوراً نکلو ورنہ کھینچ کر کال مار دینا۔ او کے بائی اللہ حافظ۔"

چوکیدار کو دروازہ بند کر لینے کا بول کر خود اندر کی جانب بڑھ آیا۔ زری اور ابراہیم وہیں سیٹنگ روم میں موجود تھے۔

"ہاں تو پارٹنر کیا صورتحال ہے؟"

ابراہیم نے سر ہلاتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ ہارون مسکرا کر رہ گیا۔

"میں نے آپ کو وارن کیا تھا پر آپ کو ہی شوق چڑھا تھا سرپرائز دینے کا اب اندر جا کر اپنے کمرے کا حشر دیکھ لیں، بڑی بات ہوگی جو آپ پہچان بھی گئے کہ وہ آپکا ہی کمرہ ہے۔"

"یار اب اتنا تو نہ ڈراؤ آخر تمہاری ماں کوئی ناری مخلوق تو نہیں، ہے تو انسان ہی، اب مجھے کھا تھوڑا جائے گی۔ کیا خیال ہے اندر اس کے پاس چلیں؟"

"ہاں کیوں نہیں پر جانے سے پہلے مجھے کسی آس پڑوس میں بسنے والے ڈاکٹر یا نرس کا نمبر ضرور نوٹ کروادیں۔" ابراہیم کی بات پہ اُس نے فلک شگاف قہقہہ مارا۔

"ایک بات میں تم سے ملتے ہی جان گیا تھا کہ تم انتہائی ذہین بچے ہو۔"

"بہت شکریہ وہ تو میں ہوں۔"

اچھا دادا جی یہ بتاؤ تم دونوں کچھ کھاؤ گے؟ اُس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔ ابراہیم کا جواب نفی میں آیا جبکہ زری نے کوئی جواب دینے کی بجائے دونوں بازو اُس کی طرف اُٹھا کر گود میں اٹھانے کا مطالبہ کیا۔ جس پہ ہارون نے فوراً اسے اوپر اٹھا کر اس کے نرم گالوں پہ پیار کیا۔

"میرا بچہ تھک گیا ہے۔ جانی کچھ کھانا ہے؟"

"نہیں بابا نی نی کرنی ہے۔"

"اچھا چلو پھر چینج کرلو۔"

"نا نہیں! بس نی نی کرنی ہے۔" زری کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

"بابا کی جان زیادہ ہی نہیں تھک گئی؟ چلو آؤ ابراہیم میں تمہیں کمرہ دکھاؤں تم بھی چینج کر کے سو جاؤ۔ اب باقی کا شو کل صبح دیکھیں گے۔"

سیٹنگ روم سے نکل کر بڑا سا ہال عبور کرتے ہوئے وہ کونے والے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ بتیاں جلائیں۔ کمرے میں دو بیڈ لگے ہوئے تھے، زری کا چھوٹا بیڈ ڈارک پنک رنگ کے بستر کے ساتھ سجا ہوا تھا۔ جبکہ دوسرے کونے میں رکھا سنگل بیڈ تیز اور ہلکے نیلے رنگوں کے کورز کے ساتھ سیٹ تھا۔

"ابراہیم ادھر ڈریسنگ روم میں موجود الماری میں تمہارے کپڑے وغیرہ رکھے ہیں جلدی سے بدل کر آؤ میں تم لوگوں کے لئے دودھ منگواتا ہوں۔" ابراہیم سر اثبات میں ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اس نے گود میں اُٹھائی ہوئی زری کو اُسکے بیڈ پہ لٹا کر اُسکے جوتے اور پونیاں اُتاریں۔ زری نیند کی وادیوں میں گھومنا شروع ہو چکی تھی۔ انٹر کام پہ بچوں کے لئے دودھ لانے کا بولا۔ جب تک دودھ آیا ابراہیم واش روم وغیرہ سے فارغ ہو کر بیڈ پہ آ چکا تھا۔ دودھ کا گلاس ختم کر کے ہارون کو تھماتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''آپ سے ایک بات پوچھوں۔''

ہارون چونکا۔''کیوں نہیں یار جو مرضی پوچھو۔''

''وہ اندر الماری میں رکھے اتنے سارے کپڑے کیا صرف میرے ہیں؟''

''میری جان کوئی شک؟''سوئی ہوئی زری کے منہ میں فیڈر دیکر اُسکا بستر درست کرنے کے بعد وہ ابراہیم کے بیڈ کی قریب آیا۔

''یہ ساری چیزیں تمہاری ہیں۔ اسکے علاوہ جب بھی کسی چیز کی ضرورت پڑے فوراً بتانا۔'' ابراہیم کو اچھی طرح رضائی سے کور کیا۔''ہوسکتا ہے مجھے کچھ دن کے لیے گاؤں جانا پڑے پیچھے سے تم نے ممی اور زری کا خیال کرنا ہے۔''

''کیا آپکو لگتا ہے کہ اس طرح ممی کا غصہ اتر جائے گا؟''

''آئی ہوپ سو۔اب سو جاؤ گڈ نائٹ۔''

اُس نے ابراہیم کے ماتھے پہ بوسہ دیا اور لائٹ بند کرنے کے بعد دروازہ بھی بند کرتا باہر ہال میں آ گیا۔ کتنی دیر تک وہیں صوفے پہ بیٹھا کچھ سوچتا رہا ٹائی کھول کر اوپر والا بٹن کھولا۔ ہاتھ بڑھا کر کارڈلیس اُٹھا کر مطلوبہ نمبر ملایا۔ دوسری جانب بھی جیسے کوئی انتظار میں بیٹھا ہو پہلی بیل پہ ہی فون اُٹھالیا گیا تھا۔ حالانکہ رات کا ایک بج رہا تھا۔ اسلام علیکم۔ آپ یقیناً پریشان ہو گئے اس کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک دفعہ اُس سے ابھی بات کریں اور ساری صورتحال بتا دیں۔ میں نہیں چاہتا دن چڑھنے پہ کوئی جذباتی فیصلہ کرے پہلے اُسے سچ بتا دیں۔

☆...☆...☆

اُسے کمرے میں تنہا بیٹھے ڈھائی گھنٹے گزر چکے تھے۔ آخری دفعہ جو اُس کے پاس آیا تھا وہ ہارون کی بھابھی تھیں۔ جو کہ جاتے ہوئے یہ کہہ کر گئی تھیں۔ کہ وہ جا رہی ہیں اگر کوئی چیز چاہئے ہو تو بلا جھجک بتا دے۔ مگر وہ جواب میں سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی رہی۔ ان کے کسی سوال یا بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بھابھی گئیں تو اسکے بعد غصے کی شدت اور بے بسی کے احساس نے غلبہ کر دیا۔ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی کمرے کا دروازہ اندر

سے لاک کرتے ہوئے واپس مڑی اپنا سارا زیور اُتار کر بیڈ پہ پھینکا۔ دوپٹے کی پنیں نکال کر دیں اُچھال کر واش روم کا رخ کیا اچھی طرح دھو کر سارا میک اپ صاف کیا ٹھنڈے پانی کے دو چار گھونٹ بھر کر باہر آ گئی۔ مگر اندر کی آگ ویسے ہی جل رہی تھی۔ ایک نظر سلیقے سے سجے کمرے پہ ڈالی تو احساس ہوا وہاں کوئی بھی روایتی قسم کی ڈیکوریشن نہیں کی گئی تھی۔ "اتنا بڑا ڈرامہ رچا کر ہم لوگوں کو اتنی آسانی سے بے وقوف بنا گئے یہ کمینے لوگ!!! اماں ابو کی کیا حالت ہو گی جب انہیں اصلیت کا علم ہو گا۔ یقیناً کوئی فرضی بھابھی ہمارے گھر پہ بھیجی ہو گی۔ پر اسکو ابا کے دوست کا بیٹا کیوں کہا۔؟ اس نے بول دیا ہو گا اور اماں نے شکر کیا ہو گا کہ چلو کوئی شرطیں ماننے والے تو آئے۔ بڑے طریقے سے تم نے یہ سب کیا ہے ہارون بخت پر یاد رکھنا جیت تمہاری نہیں ہو گی!" ہاتھ مار کر ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑے کاسمیٹکس فرش پہ ڈھیر کر دیے۔ پرفیوم اور کریم کی شیشیاں یہ ستم برداشت نہ کر پائیں جبکہ ہیر جیل نے سامنے دیوار پہ بھی نقش چھوڑا۔ صوفے کے سامنے والی ٹیبل پہ بڑا خوبصورت تازہ گلاب کی کلیوں کا گلدستہ گلاس واز میں سجا ہوا تھا جسے نفرت کے ساتھ گھسوٹ کر بکھیرنے کے بعد وہی گلدان اُٹھا کر پوری قوت سے میز پہ دے مارا میز کا تو کچھ نہ بگڑا پر گلدان کا کرسٹل اچھا جا ہر طرف بکھر گیا۔ کاش ہارون بخت بھی کوئی کرسٹل کا پیس ہوتا جسے دیوار میں دے مار کر وہ یہاں سے چلی جاتی۔ مگر رکوں گی میں یہاں ابھی بھی نہیں۔ مجھے ابو کو بتانا چاہیے۔ کرسٹل کے ٹکڑوں سے بچتی بچاتی بیڈ کی دوسری سائیڈ والے دراز پہ رکھے اپنے ہینڈ بیگ تک آ گئی۔ سارا بیگ چھان مارا موبائل نہیں ملا پھر یاد آیا کہ وہ تو بڑی آپا نے لیا تھا یہ کہہ کر کہ صبح لے آؤ نگی۔ اب مصیبت صبح ہونے تک انتظار کروں۔ یا پھر باہر نکل کر گھر کی لائن ڈھونڈ وں۔ مگر میں باہر گئی تو کوئی نہ کوئی فرد ٹکرا جائے گا جبکہ میں ان لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہتی۔ دن نکلتے پہ ہی دیکھوں گی ویسے بھی اسی وقت اماں لوگوں کو بتا کر کیا پریشان کرنا کچھ دیر تو وہ خوش ہو لیں۔ میں صبح اسلام آباد چلی جاؤں گی اور مناسب طریقے سے بتا دوں گی۔ تا کہ انہیں زیادہ دکھ نہ ہو۔ کتنے آرام سے تم نے مجھ سے میری سب سے بڑی دولت چھیننی چاہی ہے ہارون میں اسے تم لوگوں سے بہت دور لے جاؤں گی۔ اُسکے باس نے دو مہینے پہلے اُسے اپنی دبئی والی برانچ میں کام کرنے کی آفر دی تھی جسے تب تو اس نے رد کر دیا تھا۔ مگر اب اسکا ذہن بڑی تیزی سے اگلا لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔ اپنی سوچوں میں اس بری طرح غرق تھی کہ دروازے پہ ہونے والی دستک فوراً نہ سن پائی فوراً جب توجہ ادھر ہوئی صرف اک پل کو اُسکے دل

کی دھڑکن رکی تھی اور وہ پل بڑا مختصر، تھا۔ اُس نے گھٹنوں سے سر اُٹھا کر دروازے کی سمت دیکھا آنکھوں سے نفرت کے شعلے نکل رہے تھے۔ اُس نے دروازہ کھولنے کی زحمت گوارہ نہ کی تو وہ باہر سے چابی لگا کر کھول لیا گیا۔

جب وہ ایک ہاتھ میں کارڈلیس تھامے اور دوسرے ہاتھ سے لاک کھول کر اندر داخل ہوا اُسکے پسندیدہ پرفیوم کی خوشبو کے بھبکے اُسکی ناک سے ٹکرائے تو نظر بے اختیار ڈریسنگ ٹیبل کی جانب اُٹھی وہاں سے ہوتی ہوئی سینٹر ٹیبل پھر وہیں صوفے پہ گٹھری بنی بیٹھی شانزے پر ٹک گئی۔ پہلی دفعہ یوں دونوں ایک دوسرے کے سامنے آئے تھے، وہ شانزے کی نظروں میں اپنے لئے نفرت اور غصہ دیکھ سکتا تھا۔ مگر ہارون کے احساسات شانزے کے مقابلے میں بالکل مختلف تھے۔ سبز فراک دوپٹے کے بغیر خوبصورت سلکی بال کر تک آرہے تھے۔ چہرے کے تیکھے نقوش بڑی بڑی گھورتی ہوئی آنکھیں، اسکے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ کسی اور کو نہیں بلکہ اپنی بیوی کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ یہ بات محسوس کر گیا تھا کہ وہ اُسے دیکھ کر چونکی ضرور تھی مگر گھبرائی یا شرمائی نہیں۔ اُسکے چونکنے کی وجہ بھی وہ جانتا تھا۔ ہلکے سے کھانس کر گلا صاف کیا اور فون شانزے کی طرف بڑھا دیا جسے لینے میں شانزے نے کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی تو اُسے بولنا پڑا۔

”لائن پہ تمہارے ابو ہیں۔ بات کرنا چاہتے ہیں۔“

ابو کا نام سنتے ہی اس نے فون لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

ہارون نے فون اسکے ہاتھ پہ رکھنے کی بجائے اسکا ہاتھ تھام لیا۔ ”یہ وقت بہت قیمتی ہے شانے کاش اس وقت ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوتا۔“

ایک جھٹکے سے اس نے اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔ اور پھنکار کر بولی۔ ”دھوکے باز آدمی تمہارے ان اوچھے ہتھکنڈوں کا مجھ پہ کوئی اثر نہیں ہونے والا!!!“

ایک سرد سی نگاہ ہارون نے شانزے کی آنچ دیتی نگاہوں میں ڈالی۔ اور ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔ ”تمہیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میں خود بھی اس وقت کچھ ایسا ہی سوچ رہا ہوں کہ یار کیا تھا جو میں ارج کے خود غرض کمینہ بے غیرت سا انسان ہوتا۔ تاکہ یار کم از کم اپنی شادی والے روز تو پیڑ گننے کی بجائے پھل کھانے سے غرض رکھتا۔ پر اس کو اپنی خوش نصیبی جانو یا میری بدنصیبی کہ میں تمہارے خالی جسم کا نہیں تمہاری روح و دل کا بھی پجاری ہوں جس

وجہ سے ہم دونوں کو ہی طویل سفر طے کرنا پڑے گا اب دیکھنا یہ ہے کہ جیت کس کی ہوتی ہے تمہاری نفرت کی یا کہ میری نیک نیتی کی۔ لو بات کرو" فون کو ان ہولڈ کرتے ہوئے اُس کی گود میں ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

کمینے کو شوق ہے کہ کاش وہ اس سے بھی زیادہ کمینہ ہوتا۔" بڑبڑاتے ہوئے فون اٹھایا تو نہ جانے کہاں کہاں چھپ کر بیٹھا پانی خود بخود آنکھوں سے گرنے لگا۔

"ابو جی ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا ہے۔ یہ کوئی اور ہارون نہیں ہے ابو جس کے ساتھ آپ نے میری شادی کر دی ہے وہ ہارون بخت ہے۔ ولی بخت کا بھائی!! ابو جی ابراہیم کا چچا۔"

اُس نے زار و قطار روتے ہوئے اپنی بات مکمل کی ابو کے دل پہ جو بیتی تھی اسکا سوچ کر اور رونا آ رہا تھا مگر یہ کیا۔ ابو کہنے لگے۔

"شانزے بیٹا پہلے تو یہ رونا بند کرو تم جیسی بہادر لڑکی اتنی سی چھوٹی بات پر روتی ہوئی بالکل بھی اچھی نہیں لگتی۔" یک دم دھچکا لگا۔

"ابو جی شاید آپ تک میری آواز صاف نہیں گئی۔ ابو جی جہاں میں اس وقت موجود ہوں وہ کوئی اور جگہ نہیں ہے ابراہیم کا ددھیال ہے ان لوگوں نے ہم سے اپنی اصلیت چھپا کر رکھی ہے۔ ابو ہمارے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے۔ امی تو کہتی تھیں پوری چھان بین کی ہے لڑکا آپ کے دوست کا بیٹا ہے پر ابو یہ تو سب اُلٹ ہو گیا۔ یہ تو ہمارے دشمنوں کا بیٹا ہے۔"

"شانزے بس کرو! مزید کچھ کہنے سے پہلے میری بات پورے تحمل سے سنو۔ ہارون نے یا اُسکی فیملی نے ہمارے ساتھ کوئی جھوٹ نہیں بولا۔"

"کیا؟"

"ہاں!! ہم سب کو معلوم ہے کہ ہارون ولی کا بھائی ہے۔ حتیٰ کہ ابراہیم کو بھی علم ہے۔ اسکے والد اور بہنیں ہارون کی مرضی پہ خود ہمارے گھر رشتہ لیکر آئیں تھیں۔ ہمارے درمیان جو بھی کوئی غلط فہمی تھی آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنے سے گلے شکوے دور ہو گئے۔ انہوں نے تمہارے لئے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور مجھے یہ رشتہ ہر لحاظ سے تمہارے لئے موزوں لگا۔ تم سے یہ بات اس لیے چھپائی گئی کیونکہ ہم سب تمہاری جذباتی طبیعت سے

واقف ہیں۔"

آنسو آنکھوں میں ٹھٹھر کر رُک گئے زبان خاموش ہو گئی۔ جبکہ ابو کہہ رہے تھے۔"ہارون نے ائیر پورٹ پہ ہی ابراہیم کو پہچان لیا تھا۔ جب تم نے اُسکی بیٹی کی پیپی بدلی تھی وہ یہ سب مجھے بتا چکا ہے۔ وہ اِدھر گھر پہ ابراہیم سے ملنے کو آیا تھا مگر میں نے اُسے بتا دیا کہ ابراہیم تمہارا بیٹا ہے اور تم کبھی بھی اُسے ہارون سے ملنے کی اجازت نہیں دو گی۔"

"آپ نے اُسے یہ بتایا اور اگلا کام اُس نے یہ کیا کہ آپکے سامنے میرا پرپوزل رکھ دیا۔ جسے آپ لوگوں نے شکریہ نوازش بول کر قبول کر لیا۔ ابو جی آپ ایک ایسے انسان کی باتوں میں آ گئے۔ جس نے اتنے سالوں بعد ابھی کو دیکھا تو اس سے ملنے کا خیال آیا۔ یہ آدمی اس سے پہلے کہاں تھا؟ میں اسکی ساری مکاری سمجھ گئی ہوں ابو جی وہ پہلے سے شادی شدہ ہے اسکو بیوی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے جھوٹی کہانی بنائی اور آپ نے یقین کر لیا۔ میری چھٹی حس پہلے ہی اشارے کر رہی تھی کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے مگر میں آپ پہ یقین کر کے ماری گئی۔ وہ صرف مجھ سے ابراہیم چھیننا چاہتا ہے۔ جب سیدھی طرح مشکل نظر آیا تو یہ کھیل رچا لیا۔ ابو جی مجھے تو دھوکہ اُس شخص کی بجائے آپ لوگوں نے دیا ہے۔ سچائی آپ نے چھپائی ہے۔ آپ کے یہ کیوں نہ سوچا ابو جی میں شانزے ہوں کاٹھ کا الو نہیں ہوں۔ میں اس آدمی کو ناپسند کرتی ہوں اس کے خاندان کو ناپسند کرتی ہوں اور میں اپنے بیٹے کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

اُس کی بات ابھی جاری تھی۔ دوسری جانب سے امی کی کڑک دار آواز گونجی۔ "شانزے یہ مت بھولو کہ ابراہیم تمہارا نہیں دشمن اور ولی کا بیٹا ہے۔ مخدوم خاندان کا خون ہے۔ جتنا حق اُس پہ تمہارا ہے۔ اُس سے دو گنا حق ہارون رکھتا ہے۔"

ماں کے الفاظ پتھر کی طرح اُس کے دل پہ لگے تھے۔ کوئی صدمے سا صدمہ ہوا تھا۔ " آپ ہارون کو میرے مقابلے پہ لا رہی ہیں۔؟ کیا آپ بھول گئی ہیں کہ کتنی راتیں میں اُسکے لیے جاگی ہوں۔ اماں وہ بیمار ہوتا تھا تو مجھے دنیا بھول جاتی۔ وہ میری اولاد ہے۔ اماں میری دشمن کی نشانی ہے۔ اماں وہ صرف ایک ماہ کا تھا جب میری گود میں آیا تھا۔ میرے ہاتھوں میں اس نے چلنا شروع کیا تھا اماں اور جب لڑکھڑا کر گرتا تھا تو اُس کو گود

میں لینے کے لئے آپ کا ہارون نہیں آتا تھا۔ اُسکو تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ ابراہیم نے سب سے پہلے کس کا نام لیکر مخاطب کیا تھا۔ اور آج آپ کہہ رہی ہیں کہ اسکا ابراہیم پر میرے برابر حق ہے۔ تو آپ غلط ہیں اس آدمی کا میرے بچے پہ کوئی حق نہیں ہے"۔

کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا ہارون شانزے کا ادا کیا ہر لفظ سن رہا تھا۔ چہرے پہ سنجیدگی کی چادر گہری سے گہری ہوتی جارہی تھی۔

"اب آپ نے پھر اُسے اُسی خاندان میں پھینک دیا۔ جہاں سے اُسکی ماں کو اذیتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا۔ اماں کاش آپ نے یہ فیصلہ کرنے سے پہلے ایک دفعہ بھی سوچا ہوتا۔ کیا آپ مجھے جانتی نہیں ہیں؟ آپکو کیسے لگا بھی کہ میں ان لوگوں کے درمیان آکر بسوں گی جنہوں نے میری بہن کو نہ قبول کیا اُسکو بدکردار اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا۔ اس آدمی کی ماں نے تو ثمن کو اپنی بہو تک تسلیم نہیں کیا تھا، پھر اُسکی بہن کو اپنے دوسرے بیٹے کے لئے کیوں بیاہ لائیں؟ اماں ثمن تو بڑی نازک تھی بہت بھولی اُس نے تو باہر کی دنیا دیکھی ہی نہ تھی۔ اگر یہ لوگ اس کو بدکردار بول سکتے ہیں، تو ماں آپکی یہ بیٹی تو عرصے سے اکیلی رہتی آرہی ہے۔ میڈیا میں کام کرتی ہے۔ اب بتائیں مجھے کیا کچھ نہیں سننا پڑے گا؟

"جو اذیت ان لوگوں کی وجہ سے ولی بھائی، اور ثمن کو برداشت کرنی پڑی اُسکے لیے میں ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرونگی۔ وہ ثمن کی بدقسمتی تھی کہ وہ اس خاندان کی بہو بنی اور اس دفعہ ان لوگوں کی بدقسمتی ہے کہ اُنکی بہو بنی ہوں۔ میں یہ نکاح ختم کرنا چاہتی ہوں کہہ دیں اُس ہارون کو جس تیزی سے نکاح ہوا ہے۔ اسی سپیڈ کا مظاہرہ کرتے ہوئے طلاق۔۔۔۔۔۔"

"خبردار!!! شانزے خبردار!!!" اماں کی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔ "شانزے میری ایک بات یاد رکھنا۔ اگر تم ضدی اور ہٹ دھرم ہو تو میں بھی تمہاری ماں ہوں۔ اگر اس دفعہ تم نے اپنی کسی فلاسفی یا جذباتی پن کی وجہ سے علیحدگی اختیار کی تو اُسی دن خود کو ختم کرلونگی۔ میرا مری کا بھی منہ دیکھنے کی تمہیں اجازت نہیں ہوگی۔ تم جتنی منہ پھٹ اور بدتمیز ہو میں اچھی طرح جانتی ہوں وہ تو اس بچے کی شرافت ہے جو تمہارے خیالات جان لینے کے بعد بھی تمہیں بیاہنے آگیا۔ ورنہ اب تک جتنے بھی لوگ تمہارے لئے آئے سبھی تم نے بھگا دیے۔ اگر ماں عزیز

ہے تو دعا کرو کہ ہارون تمہیں بسا لے۔" ساتھ ہی فون بے جان ہو گیا۔

"ہمیشہ سے بلیک میل کرتی آئی ہیں مجال ہے جو کبھی یہ حربہ چھوڑ دیں۔ ہارون کیا مجھے بسائے گا بلکہ اسکے ساتھ میری جوتی بستی ہے۔" غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کارڈلیس کو دور اچھال دیا۔ سر میں شدید درد جاگ اٹھا تھا۔ اور نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

کتنی ہی دیر تک ہارون بت بنا اپنی جگہ پہ کھڑا رہ گیا۔ اس نے نہیں سوچا تھا کہ شانزے اس حد تک نفرت رکھتی ہے۔ وہ نڈر اور منہ پھٹ بھی حد سے زیادہ تھی۔ کچھ طے کرنے کے بعد اپنی جیب میں گاڑی کی چابی کو ٹٹولتے ہوئے اسکی موجودگی کی تصدیق کرتے ہوئے اسکے قدم باہر کی طرف بڑھ گئے۔ اور جب چوکیدار کو ضروری ہدایات کرنے کے بعد اسکی گاڑی گیٹ سے نکلی تو گھر کے دونوں نوکر نیند سے بھری آنکھیں ملتے ہوئے پچھلی سیٹ پہ موجود تھے۔

صوفے پہ بیٹھے بیٹھے ہی کہیں چار بجے اسکی آنکھ لگ گئی تو دنیا کا کوئی ہوش نہ رہا۔ اس وقت بھی بے ترتیبی سے صوفے پہ سوئی ہوئی تھی جب اپنے چہرے پہ نرم لمس کا احساس ہوا مگر نیند بڑی گہری تھی۔ پھر یوں لگا جیسے کوئی رو رہا ہو۔ ساتھ اسکے چہرے کو تھپتھپایا۔ بڑی دقت سے ایک آنکھ کھول کر جائزہ لیا۔ سنہری گھنگریالے بال سرخ و سفید چہرہ گلابی لب نیلی آنکھیں اور ان میں ٹھہرا ڈھیر سا پانی۔ اسکی آنکھ دوبارہ بند ہوئی۔ ذہن تھوڑا بیدار ہوا کڑی سے کڑی ملائی تو سونے سے پہلے کمرے کے فرش پہ بکھرا کانچ اور پھر کانچ جیسی آنکھوں میں رکا پانی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اسکے سر کی طرف صوفے کے پاس زری کھڑی تھی مسلا سا سفید نیٹ کا خوبصورت فراک پہنے کے ساتھ ٹیڈی بیئر لگائے خاموش کھڑی آنسو بہا رہی تھی۔ ایک دو سیکنڈ زری کو دیکھتی رہی پھر جلدی سے جھک کر اسے صوفے پہ بیٹھا لیا۔ اسی تیزی سے اسکے پیروں کو باری باری دیکھ کر ٹٹولا۔ کچھ نظر نہ آیا تو آخر پوچھ ہی لیا۔

"کیا کانچ لگا ہے؟" زری نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"کانچ نہیں لگا تو رو کیوں رہی ہو؟" اب وہ اور بھی حیران تھی اور زری گود میں بیٹھی تھی۔

"مجھے شی شی آیا ہے۔"

"اوہ!! اچھا"

"تم ہیئر پن نہیں لگاتی ہو؟"

"نہیں"

"آخری دفعہ جب میں نے تمہیں دیکھا تھا تم نے ہیئر پن لگایا ہوا تھا" زری ناسمجھی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"نیور مائنڈ چلو آؤ باتھ لے جاتی ہوں"

ساتھ ہی زری کے آنسو رک گئے۔ وہ خود سے ہی صوفے سے نیچے اترنے کے چکر میں تھی۔ مگر شانزے نے اُسے اٹھا لیا۔ اور کمرے سے باہر لے آئی۔ تھوڑی حیرت بھی ہوئی اچھا خاصا دن نکلا ہوا ہونے کے باوجود سارے گھر پہ خاموشی کا راج تھا۔ ہال کمرے کی لائیٹ تو جل رہی تھی پر کسی قسم کی کوئی چہل پہل نہ تھی۔ تعجب بھری نظروں سے اردگرد کا جائزہ لیا۔ پھر زری کو دیکھا۔

"باتھ کس طرف ہے؟" زری نے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا تو وہ اُسی طرف آ گئی۔

باتھ روم کے دروازے پہ زری کو نیچے اُتارنا چاہا پر یہ بھی عجب معاملہ بچی نیچے اترنے کی بجائے اُسی کے ساتھ چمٹی جائے جا رہی ہے۔

"اترو بھی شی شی نہیں کرنا؟"

"میرا جوتا نہیں ہے" اُس کے جواب پہ وہ بڑی خوشگوار حیرت کا شکار ہوئی۔ ایک ڈھائی تین سالہ بچی باتھ روم میں قدم نہیں رکھ رہی تھی کیونکہ اُس نے جوتا نہیں پہنا ہوا تھا۔

"جوتا کدھر ہے؟"

"میرے کمرے میں"

"اچھا اور تمہارا کمرہ کدھر ہے۔؟"

"وہ اُدھر کارنر والا ہے"

اس نے زری کو ہال کے کارپٹ پہ کھڑا کیا اور خود اُس کے بتائے ہوئے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی پہلی نظر سامنے بیڈ پہ محوِ خواب ابراہیم پہ پڑی اس کی رگوں میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔ آگے بڑھ کر فوراً اس کا ماتھا چومتے ہوئے نیا حکم صادر کیا۔

"ابھی بستر سے نکل کر جلدی سے تیاری پکڑو ہمیں جانا ہے۔ اور باہر نکل کر پتا کرو کہ اس گھر کے لوگ کس وقت تک اٹھتے ہیں"

ابراہیم نے سستی سے کروٹ بدلتے ہوئے مطلع کیا۔ "ممی اس وقت اس گھر میں ہم لوگوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔"

"ہیں؟؟"

"ہاں"

ابراہیم سے بہت کچھ پوچھ لینے کی خواہش کو دل میں بسائے زری کا جوتا اٹھا کر باہر نکل آئی جہاں وہ منتظر کھڑی تھی۔ کموڈ پہ بیٹھنے میں زری کی سہولت کے لئے وہاں پہ ایک سٹول رکھا گیا ہوا تھا، زری نے ہاتھ دھوئے دانت برش کیے منہ دھو کر خود ہی تولیے سے چہرہ صاف کرنے کے بعد حیران کھڑی شانزے کی طرف توجہ کی۔ "میرے بابا کدھر ہیں؟"

"کون بابا؟؟ اچھا اپنے دادا کا پوچھ رہی ہو؟"

شانزے کی بات پہ اُس نے دوبارہ سر کو نفی میں جنبش دی۔ "دادا جان تو میرے بابا جانی نہیں ہیں۔ وہ تو بابا جان کے بابا ہیں"

"بھئی تمہارے بابا کا نام کیا ہے؟"

زری نے شانزے کو ایسے دیکھا جیسے کوئی خلائی مخلوق رستہ بھول آئی ہو۔

"میرے بابا کا نام مخدوم ہارون بخت ہے"

"اوہ!!! تو تم اس لنگور کی بیٹی ہو۔ آ کے کمرے میں دیکھو ادھر ہی کہیں ہوگا۔"

"نہیں ہیں۔ کیونکہ اُن کے کمرے میں تو آپ سو رہی تھیں۔"

"تو کسی اور کمرے میں ہوگا۔"

زری دوبارہ رونے کے لئے پر تولتے ہوئے بولی "کہیں بھی نہیں ہیں میں نے سب کمروں میں دیکھ لیا ہے۔"

"رونے والی کوئی بات نہیں ہے یہیں کہیں ہوگا آ جاتا ہے"

زری اُسکی بات پہ کان دھرے بغیر بولی "نہ بابا ادھر ہیں نہ بڑی امی اب مجھے فیڈر کون بنا کر دیگا۔"
بے اختیار سی مسکراہٹ اُبھری تھی "وہ تمہیں فیڈر بنا کر دیتا ہے؟"
"ہاں" فخر سے سر اثبات میں زور زور سے ہلایا۔
"خیر اتنی چھوٹی سی بات پہ رو مت میں تمہیں تمہاری بوتل بنا دیتی ہوں۔ آؤ مجھے بتاؤ کچن کس طرف ہے؟"
"کیا آپ کو نہیں پتا کچن کدھر ہے؟"
"نہیں"
"پر کیوں نہیں پتا؟"
"کیونکہ نہ تو یہ میرا گھر ہے نہ میں ادھر رہتی ہوں تو کیسے علم ہو گا کہ کچن کس جگہ پایا جاتا ہے۔ چلو بتاؤ کچن کدھر ہے تاکہ فیڈر بنانے کے بعد تمہارے باپ کو ڈھونڈ کر تمہیں اُس کے حوالے کردوں پھر ہم نے جانا ہے۔"
اُسکی بات پہ فوراً سوال آیا۔ "کہاں جانا ہے؟"
زری کا کچن تک گائیڈ کرنے کا کوئی پروگرام نہ دیکھ کر وہ خود ہی آگے بڑھی ایک دروازہ کھولا وہ سٹور کا نکلا۔ دوسرا کھولا تو لانڈری تھی۔ اُس سے اگلا شکر ہے کہ کچن ہی تھا۔ بتی جلنے پر صاف ستھرا کچن نظر کے سامنے تھا۔ ٹھنڈا پڑا چولہا اس بات کا ثبوت تھا کہ دن چڑھنے کے بعد سے کوئی ذی روح نے قدم نہیں رکھے۔ ایک طرف شلف پہ ہی دو تین فیڈر پڑے تھے۔ دودھ بھی اُبال کر مل گیا۔ فیڈر بنا کر زری کے حوالے کیا۔ جسے بغیر شکریہ کے تھام کر وہ باہر نکلی اور ہال کے صوفے پہ بڑی آرام سکون سے لیٹ کر دودھ پینے لگی۔ ہال کی سامنے والی دیوار پہ ہی لٹکتی گھڑی پہ اس وقت صبح کے ساڑھے آٹھ ہو رہے تھے۔ شانزے واپس اُسی کمرے میں آئی جہاں رات گزاری تھی۔ احتیاط سے پیر رکھتے ہوئے جا کر اپنے جوتے تک رسائی کی پہنچنے کے بعد بیڈ پہ پڑا دوپٹہ اوڑھنے کے بعد واپس باہر آ گئی۔
"ابراہیم تم ابھی تک اُٹھے کیوں نہیں؟ تھوڑا جلدی کرو اس سے پہلے کہ کوئی آئے ہمیں یہاں سے جانا ہے۔"
آنکھیں ملتے ہوئے ابراہیم نے حیرت و تشویش سے ماں کو دیکھا۔ "کہاں جانا ہے؟"
شانزے نے اک لمحے کو نظر چرائی۔ "اپنے گھر واپس جانا ہے۔"

"مگر نانا نے تو کہا تھا کہ اب بھی ہمارا گھر ہے۔"

"میں نہیں جاننا چاہتی کہ نانا نے کیا کہا تھا کیا نہیں تم وہ کرو جو میں کہہ رہی ہوں"

"مگر ممی۔۔۔۔۔۔"

"اہیں!! افارہ کا ڈسیک تو مور کو پیچھو!!"

"صرف یہ بتا دیں لاہور جا رہے ہیں یا اسلام آباد اور کیا ہارون چچا کو علم ہے؟"

وہ جو ابراہیم کو پکڑ کر کھینچ رہی تھی بازو پہ گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ "تمہیں کس نے بتایا کہ وہ تمہارا چچا ہے۔؟"

"انہوں نے خود بتایا تھا۔ پھر میں نے نانا جی سے بھی پوچھا تھا۔ اور ممی ہارون چچا نے مجھ سے سوری بھی کیا کہ وہ مجھ سے اتنے سال مل نہیں پائے جسکا انہیں بہت افسوس ہے۔"

شانزے نے بری طرح گھورا اور جب بولی تو آواز کافی اونچی تھی۔ "بھاڑ میں جائے تمہارا چاچا اسکا افسوس اور ساتھ ہی اسکا سوری بھی مزید کچھ نہیں سنوں گی۔ کپڑے بدل کر آؤ۔"

ابراہیم چپ چاپ باتھ روم کی جانب چلا گیا۔ وہ باہر آئی اور سارے گھر میں آوازیں دیں۔ حتیٰ کہ سرونٹ کوارٹر سے بھی کوئی جواب نہ آیا کوئی ہوتا تو جواب بھی دیتا۔ واپس گھر کے اندر آئی۔ ہاتھ منہ دھونے کے بعد بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹ لیا۔ ابراہیم بھی تیار ہو کر ہال میں آچکا تھا۔ وہ جو ادھر کو آرہی تھی۔ ابراہیم کے لباس کو دیکھ کر چونکی۔

"یہ کس کے کپڑے ہیں؟"

"میرے اپنے ہیں۔"

"مگر میں نے تو یہ تمہیں نہیں دلوائے"

"ممی۔ میری تو پوری وارڈروب تیار ہے۔ جب آپکا غصہ اتر جائے ضرور دیکھئے گا۔"

"دو چار ہزار کے کپڑے دلوا کر کیا احسان کیا تمہاری کروڑوں کی جائیداد اس کے پاس ہے۔"

اسکی نفرت بھری بڑبڑاہٹ ابراہیم کوشش کے باوجود سن نہ پایا تو سیدھے پوچھ ہی لیا۔ "ممی کیا کہا؟"

"کچھ نہیں"

اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر ہو کیا رہا ہے۔ کل شادی ہوئی اور آج سارا گھر بالکل خالی نوکر تک غائب، کوئی نوکر ہی ہوتا تو وہ زری کو اُسکے پاس چھوڑ کر چلی جاتی۔ اس پہ بھی دل راضی تو نہیں تھا۔ مگر کچھ دیر سوچنے کے بعد یہ ارادہ کیا کہ زری کو ساتھ لے جاتی ہے اور ولی بھائی کے گوشہ چھوڑتی ہوئی چلی جائے گی۔ یہی فیصلہ ٹھیک لگا۔ بجائے اس کے کہ ادھر بیٹھ کر کسی کے آنے کا انتظار کیا جاتا۔ فیصلہ کر لینے کے بعد اس نے زری کو بھی تیار کیا اور افراتفری میں اپنا چھوٹا سا پرس اُٹھا کر گیٹ کی جانب بڑھی زری کی انگلی تھامی ہوئی تھی۔ اور ابراہیم پریشان سا پیچھے آ رہا تھا۔

"چوکیدار دروازے کا تالا کھولو"

بڑے اور چھوٹے دونوں دروازوں پہ تالے لگے ہوئے تھے۔

موٹا تگڑا جسم باہر کو اُبلی ہوئیں موٹی موٹی آنکھیں کانوں تک جاتی ہوئیں لمبی لمبی مونچھیں سر پہ پگڑی ہاتھ میں دونالی آٹومیٹک مشین گن۔ اور اکڑا ہوں ناک کی سیدھ میں دیکھتے ہوئے، بالکل بیچو لگ رہا تھا۔ ایک پل کو گردن موڑ کر حکم دینے والی کو دیکھا۔ پھر بڑے ادب سے عرض گوار ہوا۔

"بی بی مجھے تالا کھولنے کا حکم نہیں ہے۔"

"ہاں تو اب میں دے رہی ہوں نا حکم دروازہ کھولو"

"آپ کون ہو؟ اور میں کیوں آپ کے کہنے پہ یہ دروازہ کھولوں جبکہ مجھے میرے سائیں کا حکم ہے کہ یہ دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔"

"کیا نام ہے تمہارے سائیں کا؟"

چوکیدار نے اپنی گردن مزید اکڑائی۔ "میرے سائیں کا نام مخدوم ہارون بخت ہے"

شانزے نے دانت پیستے ہوئے اُسے گھور کر عزت افزائی شروع کی "اُلو کے پٹھے میں اُسی کمینے کی بیوی ہوں جسے تم اپنا سائیں کہہ رہے ہو۔ کھولو دروازہ!!"

"ہمارے سائیں کو دوبارہ ہمارے سامنے گالی نہ دینا سائین ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" اُس نے بندوق پہ اپنی گرفت مضبوط کی مگر نگاہیں شانزے کی مخالف سمت میں دیکھتی رہیں۔ اور شانزے پہ دھمکی اثر کر جاتی تو وہ

شانزے ہی ہوتی؟

"کیا کہا تھا اُس لنگور نے؟؟ اور وہ اس وقت ہے کہاں؟"

"سائیں میں سمجھا نہیں کہ آپ کس کے متعلق پوچھ رہی ہیں۔ کیونکہ میرے مالکوں میں کسی کا نام لنگور نہیں ہے۔"

"صدقے جاؤں میں تمہاری معصومیت کے۔ تمہیں سمجھانے کے لیے میرے پاس اور بھی آسان حربے ہیں۔ جو بزدل انسان اپنی بچی یہاں چھوڑ کر خود کہیں چھپ بیٹھا ہے اُس کا پوچھ رہی ہوں۔"

چوکیدار کا خون ایک دفعہ پھر اُبال کر ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "سائیں' سائیں رات کو ہی اِدھر سے جا چکے ہیں، اور جانے سے پہلے بول کر گیا ہے کہ کوئی باہر سے آئے تو اندر جانے دیا جائے۔ پھر صرف آنے والے کو ہی واپس جانے دیا جائے۔ اور جو لوگ گھر کے اندر موجود ہیں وہ کہیں نہیں جائیں گے۔ جب تک کہ سائیں کی اجازت نہ ہو۔"

پہلے تو شانزے کو اپنے کانوں پہ یقین نہیں آیا۔ پھر صدمے سے جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔

"کہہ دینا اُس دھوکے باز کمینے کم ظرف انسان سے ایک دفعہ میرے سامنے آ جائے اگر زندہ بچ گیا تو دوبارہ کبھی ایسے حکم صادر نہیں کر سکے گا۔"

بچوں کو وہیں چھوڑ خود پیر پٹختی واپس اندر چلی گئی۔ غصے سے دماغ اُبل رہا تھا۔ سیٹنگ روم میں فون سٹینڈ کارڈلیس کے بغیر خالی پڑا منہ چڑا رہا تھا۔ یاد آتے ہی اندر کمرے کی جانب گئی کیونکہ وہیں تو فون سننے کے بعد پھینکا تھا۔ کمرے میں اُسی طرح کانچ بکھرا پڑا تھا۔ بے دلی سے اندر آ گئی۔ فون ڈھونڈ آن کرنے کی کوشش کے دوران یہ انکشاف ہوا کہ فون ڈیڈ پڑا تھا۔ اُسے یقین نہ آیا اس لیے بار بار بٹن دبائے مگر جب پھر بھی ناکامی کا ہی منہ دیکھنا پڑا تو کھینچ کر فون دیوار میں دے مارا۔ اور ساتھ ہی اونچی اونچی رونا شروع کر دیا۔ "مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا ہے؟ ایک بے حس کم ظرف انسان کو میری زندگی کا اختیار دے کر اچھا نہیں کیا اماں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں نے آخر بگاڑا کیا تھا کہ بیٹھے بیٹھائے جان عذاب میں ڈال دی۔ اب سمجھ آیا تھا کیوں رکھ لیا تھا۔" اس وقت باہر سے روابط مکمل کٹا ہوا تھا اور کوئی صورت بھی نظر نہ آ رہی تھی۔ ذہن میں اک خیال آیا تو صوفے سے اُٹھ کر تیزی سے باہر آ گئی۔ اور ایک ایک کر کے سبھی کمروں کی تلاشی لی کہیں جا کر آفس ٹائپ سٹڈی میں اپنی مطلوبہ

چیز نظر آئی۔ لیپ ٹاپ کی شکل دیکھ کر اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔ کرسی کھینچ کر دھڑام سے بیٹھی لیپ ٹاپ اپنے سامنے کر کے کھولا آن کیا۔ مگر انٹرنیٹ کی غیر حاضری پہ دل خون کے آنسو رو دیا۔ "لکھ دی لعنت تم لوگوں کی اوقات پر سارے گھر میں ایک ہی فون لائن وہ بھی ڈیڈ۔ انٹرنیٹ بھی آؤٹ۔ ایک دفعہ!! بس ایک دفعہ تم میرے سامنے آ جاؤ ہارون کمبخت تمہاری گردن اپنے ہاتھوں مروڑ دونگی!!!!"

میز پہ رکھا پیپر ویٹ اٹھا کر پوری قوت سے لیپ ٹاپ کی سکرین پہ مارا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے پتھر لیپ ٹاپ کی بجائے ہارون کو مارا ہو۔ لینوو کی ہماری سکرین ناکارہ ہو گئی۔ سر ہاتھوں میں گرا کر آنکھیں بند کر کے کوئی رستہ سوچنے کی کوشش کی۔ ٹی وی کی آواز اسے اس طرف کھینچ لائی۔ ابراہیم اور زری سیٹنگ روم میں موجود اپنی مرضی کا چینل لگانے میں مصروف چھوڑ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتی ایک دفعہ پھر جا چوکیدار کے سامنے کھڑی ہوئی۔ جو کہ پہلے سے بھی زیادہ الرٹ کھڑا تھا۔

"دیکھو تمہارا نام کیا ہے؟"

"گلاب کھمن جی" اپنی سیدھ میں دیکھتے ہی جواب دیا گیا۔

"استغفراللہ" منہ میں ہی رہ گیا۔ جسکی ہلکی سی بڑبڑاہٹ سن کر گلاب کھمن نے ہلکی سی گردن موڑ کر اسے دیکھا پھر سیدھا ہو گیا۔ "میرا مطلب ہے کہ کس قدر شاندار نام ہے۔ کس نے رکھا تھا؟"

"میری اماں نے۔ اور بھی جو پوچھنا ہے پوچھ لو بی بی سائیں مگر آپ یہاں سے تب تک نہیں جا سکتی ہیں جب تک میرے سائیں کا آڈر نہ آئے۔"

"ارے ہاں وہی تو بتانے آئی ہوں۔ میری ہارون سے فون پہ بات ہو گئی ہے وہ کہہ رہا ہے گلاب کو بولو ٹیکسی لا کر دے تا کہ تم لوگوں کو جہاں جانا ہے آسانی سے جا سکو۔"

گلاب کھمن نے پہلے شانزے کو غور سے دیکھا اور ایک دیو ہیکل قہقہہ مار کر یک دم خاموش ہو گیا۔ بندوق مزید سیدھی کرتے ہوئے بولا "بی بی سائیں آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔ سائیں ہم کو بتا کر گیا ہے کہ گھر کا فون بند ہے۔ آپ انھیں فون نہیں کر سکتی ہو صرف سائیں آپکو فون کرے گا جب وہ چاہے۔ اور ادھر سائیں کا باپ بھی آ کر بولے کہ آپکو جانے دوں تو بی بی سائیں میں آپکو ان کے حکم پہ بھی نہیں جانے دونگا۔ جب تک میرا

سائیں خود نہیں کہہ دیتا۔ آپ یہاں سے کہیں نہیں جا سکتا۔ گھر کی ساری چار دیواری پہ بجلی کی تاریں پڑی ہوئی ہیں۔ کچھ بھی اُلٹا نہ سوچنا۔ بی بی سائیں آپ اندر جاؤ کھاؤ پیو آرام کی ہر چیز گھر پہ موجود ہے۔ اور سائیں کے حکم کا انتظار کرو"

وہ مزید کچھ بولے بغیر مرے ہوئے قدموں سے واپس ہوگئی۔ دماغ کچھ بھی سوچنے سے یک دم بیزار ماتھے پہ تیوری چڑھائے کتنی دیر خاموش سی بیٹھی رہی کافی دیر بعد بچوں کی جانب دھیان گیا۔ دونوں کے ہاتھوں میں جوس کے گلاس تھے اور سامنے میز پہ چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں رکھی وہ یقیناً کھیر ہی تھی۔ وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ "تمہیں یہ کھانے پینے کو کس نے دیا ہے؟"

"دینا کس نے ہے یہاں ہے ہی کون؟ آپ؟ اور آپکو غصے میں کچھ اور یاد ہی کب رہتا ہے۔ ٹائم دیکھیں دس بج گئے ہیں۔ اور مجھے اتنی بھوک لگ رہی تھی تو کچن میں یہی نظر آیا۔"

"اتنا لمبا طعنہ مارنے کے لیے

Thankyou so much abil

اٹھ کر کچن کا رُخ کیا۔ سارے کیبنٹ کھول کر دیکھے پھر فریج کا جائزہ لیا۔ انڈے بریڈ چیز سبزیاں، گوشت، پھل ہر چیز موجود تھی۔ توسٹ اور آملیٹ بنا کر بچوں کو آواز لگائی اپنے لیے بس ایک کپ چائے بنا کر وہیں دونوں کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھ کر گھونٹ گھونٹ پی ساتھ جذباتی پن کو ایک طرف رکھ کر ساری صورتحال کا جائزہ لیا۔ جو کچھ ہوا تھا اور جو کچھ ہو رہا تھا جیسے ہو رہا تھا۔ اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ سوچی سمجھی سکیم کا حصہ تھا۔ اور اس کے اپنے برابر کے شریک تھے۔ سب سے پہلے تو یہاں سے نکلنے کی ترکیب لگانی تھی۔ اور یا پھر اپنی انرجی ضائع کرنے کی بجائے تحمل سے انتظار کرنا تھا۔ مگر اس سے بھی ضروری اس وقت اپنا لباس بدلنا تھا۔ بچوں کو ٹی وی کے سامنے بیٹھا کر ابراہیم کو زری کا خیال رکھنے کی تلقین کرتی خود اندر کمرے میں آگئی۔ دوپٹہ اُتار کر ایک طرف رکھا۔ دو تین منٹ تک جائزہ لیا اور صفائی کا سامان ڈھونڈ کر کمرے کے فرش پہ بکھری سارے پرفیومز، کریمیں سب کچھ جھاڑو کی مدد سے اکٹھا کر کے بن میں پھینکا۔ اب کمرے میں پاؤں رکھا جا سکتا تھا۔ الماریاں کھول کر اپنے لیے کوئی لباس ڈھونڈنا چاہا۔ سارے کام والے بھاری جوڑے تھے۔ جیسے کہ دلہنوں کے ہوتے ہیں۔

تن من میں گھر اور رچا گا تھا۔ "میری قسمت میں ازدواجی زندگی، کی خوشیاں ہیں ہی نہیں سب کو بتایا تھا مگر کوئی سنے تب ناں۔ " دھیرے سے الماری کا پٹ بند کر دیا۔ دوسرے حصے میں مردانہ باس موجود تھے جو کہ یقیناً اسی کے تھے جسکا یہ کمرہ تھا۔ وہ پٹ بھی بند کر کے پہلے والا ہی دوبارہ کھولا خوب ڈھونڈ ڈھانڈ کر سب میں سے سادہ لباس منتخب کیا۔ اس پہ بھی ریشم کی کڑھائی ہوئی تھی۔ کھلے پیلے رنگ پہ سرخ کڑھائی تھی۔ لمبا شاور لینے کے بعد تیار ہو کر اور بالوں کو تولیے میں لپیٹ کر جب وہ واش روم سے باہر آئی تو گھنگھریالے بالوں اور نیلی کانچ آنکھوں والی کو ایک دفعہ پھر اپنا منتظر پایا۔

"باتھ روم جانا ہے؟" بچے کو اُسکے سامنے جھک کر پیار سے پوچھا تو کانچ میں ٹھہرے پانی میں لہر اُٹھی جواب صرف سر کو اثبات میں ہلا کر ہی دیا۔

شانزے نے اُسکا ہاتھ تھام لیا" آجاؤ شاباش "(اور نہیں تو اس معصوم کا خیال ہی کر لیا ہوتا دو اجنبیوں کے ساتھ چھوڑ کر سارے کے سارے گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو مر گئے۔)

زری کے فارغ ہونے پر اُس نے زری کے کہے بغیر ہی فیڈر بنا دیا پر وہ اس دفعہ خود ہی صوفہ پہ جا کر بیٹھنے کی بجائے شانزے کا دوپٹہ کھینچنے لگی۔

"زری میں کھانا بنالوں تم اُدھر سیٹنگ روم میں ابراہیم کے پاس لیٹ کر دودھ ختم کر لو۔"

No I want you to con

پہلے تو شانزے اُسکا منہ دیکھتی رہ گئی۔ پھر تصدیق کو پوچھا۔

Do you want me to come with

.Yes

دو تین سیکنڈ اُس معصوم چہرے کو دیکھا پھر گود میں اُٹھا کر سیٹنگ روم کا رخ کیا۔ جہاں ٹی وی ابھی بھی آن تھا مگر ابراہیم صاحب نیند کی وادیوں میں گھوم رہے تھے۔۔ شانزے صوفے پہ بیٹھی تو زری صوفے پر لیٹنے کی بجائے اُسکی گود میں لیٹ کر فیڈر پینے لگی اور اُدھر ہی سو گئی۔ خالی الذہنی کی حالت میں وہ کتنی دیر تک وہیں زری کو گود میں لیے بیٹھی رہی۔ پھر خیال آیا ابھی تو دونوں بچے سوئے ہیں اُٹھیں گے تو ان کو بھوک لگی ہو گی خود بھی صبح کا

صرف ایک کپ چائے لیا تھا۔ رات بھی کچھ نہ کھایا تھا۔

احتیاط کے ساتھ زری کو صوفے پہ لٹایا اور کچن کا رخ کیا۔ ابراہیم سبزیوں سے زیادہ گوشت کا شوقین تھا۔ اس لیے اُسی کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے آلو گوشت چڑھا لیے۔ جب تک ابراہیم اور زری اُٹھے وہ کھانا بنا کر نماز سے فارغ ہو کر بیٹھی تھی۔ دن گزرنے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ نیند بھی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

میز پہ کھانا لگایا تو باہر دروازے پہ کھڑا گلاب محسن یاد آیا۔ اس نے بھی تو کچھ نہیں کھایا ہوگا۔ بچارے پہ کیا غصہ حکم کا غلام ہے۔ غریب! اُس نے میں کھانا نکال کر ابراہیم کے حوالے کیا۔

سارا دن مختلف سوچوں کو ذہن سے جھٹکتے گزرا مگر یہاں سے نکلنا کیسے ہے اس سوال کا جواب ڈھونڈنے میں ناکام رہی تھی۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک ٹی وی کے سامنے بیٹھے پھر بچوں کو اُنکے بیڈ روم میں لے آئی۔ اس سارے دن میں وہ بہت خاموش رہی تھی۔ جسے ابراہیم تو محسوس کر ہی رہا تھا۔ زری بھی پوچھ گئی۔ جب وہ ابراہیم کو گڈ نائٹ کِس دیکر زری کو اُسکے اپنے بیڈ پہ لٹانے آئی زری نے اُسکے گلے میں بانہیں ڈال کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

Are you sad?

یہ لڑکی مسلسل شانزے کو حیران کیے جا رہی تھی۔ بے اختیار مسکراتے ہوئے زری کو گدگدا دیا تو نیلی آنکھوں والی کی خوبصورت ہنسی سارے کمرے میں پھیل گئی۔

"اتنی سی تو تم ہو مگر ہو پوری دادی اماں۔ نہیں ہوں میں سیڈ!! اب خوش؟"

"ہاں خوش۔ مگر میں زری ہی ہوں دادی امی نہیں۔" "اب کے شانزے کی کھل کر قہقہہ مارنے کی باری تھی۔

Thanks to Zara mumr

کہ جس نے آپ کو ہنسا دیا ورنہ مجھے تو آپ کی طرف دیکھتے ہوئے بھی ڈر لگ رہا تھا۔" شانزے نے زری کو بیڈ پہ لٹایا اور گردن موڑ کر اندھیرے میں ہی ابراہیم کو گھورا۔

"تم تو چپ ہی رہو ڈر کے بچے۔ اگر تم نے میری نصیحتوں سے ذرا بھی کچھ سیکھا ہوتا ناں تو اس وقت ہم لوگ اس مصیبت میں نہ پھنسے ہوتے۔"

"ممی میں کیا کرتا جب نانا نے منع کیا تھا آپکو ہارون چچا کے بارے میں بتانے سے"

"ابراہیم ساری دنیا کے فرمابردار رہنا سوائے ماں کے۔"

"سوری ممی مگر....."

"سوری ممی کے کچھ لگتے اب بس چپ کر کے سو جاؤ صبح نکالتے ہیں کوئی حل۔"

پر اندھیرے میں ایک دفعہ پھر ابراہیم کی آواز ابھری۔"ممی ہارون چچا برے انسان بالکل نہیں ہیں بلکہ بڑی اچھی طبیعت کے مالک ہیں۔ مجھے وہ بہت پسند آئے ہیں۔"

زری کے ساتھ لیٹی شانزے کا ہاتھ جو زری کے بالوں میں دھیرے دھیرے چل رہا تھا، ابراہیم کی بات پہ ساکت ہوا۔ اپنی کیفیت پہ قابو پاتے ہوئے، مضبوط آواز میں بولی۔"اب سو جاؤ ابراہیم گڈ نائٹ"

"آئی لو یو ممی اینڈ گڈ نائٹ"

اسکے بعد کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ اندھیرے کمرے میں لیٹے ہوئے بھی شانزے کا دماغ کہاں سے کہاں کی پرواز کر رہا تھا۔ ابراہیم نے اپنی پسند کا اظہار کرنے کے بعد یہ بھی جتا دیا تھا۔ کہ پیار تم سے کرتا ہوں۔ اسلیے جو بھی تمہارا فیصلہ ہوگا۔ مجھے وہ ہی قبول ہوگا۔ اذیت سے لب کاٹ رہی تھی جب آنکھ سے پانی کا قطرہ ٹوٹ کر سرہانے میں جذب ہو گیا۔ آج بھی ثمن کی تصویر اسکے تصور میں محفوظ تھی۔ اس کا اک اک نقش اسکی ہنسی کچھ بھی تو نہیں بھولی تھی۔

شفقت علی صاحب کا تعلق ایک کاروباری گھرانے سے تھا۔ دو بیٹے چار بیٹیوں میں ثمن کا نمبر پانچواں تھا۔ بہت ہنس مکھ اور ملنسار طبیعت کی مالک۔ دھیمے لہجے اور گہری ذہین آنکھوں والی ثمن ولی بخت کو پہلی نظر میں ہی پسند آئی تھا۔ جسکا اظہار ثمن کے سامنے کرنے کی بجائے اپنی والدہ کے بے حد لاڈلے ولی نے جا کر سیدھا اپنی ماں سے ثمن کے لیے اپنی پسندیدگی کا اظہار ڈنکے کی چوٹ پہ کیا۔ اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ اگر شادی کرنی ہے تو اسی لڑکی سے۔

دوسری طرف ولی کی والدہ انتہائی صدمے کا شکار ہوئیں کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔ کہ انکے جگر کا ٹکڑا یوں انکے سامنے تن کر کھڑا ہوگا۔ وہ کسی صورت ولی کی پسند کو اپنی بہو بنا کر خاندان میں شامل کرنے کو تیار نہ

تھیں۔ولی کو بھی خوب کھری کھری سنائیں گئی۔کہ لاہور پڑھنے گئے تھے کہ ایسے گھٹیا مشغلے پالنے۔مزید یہ کہ شادی ماں کی مرضی کی لڑکی کے ساتھ ہوگی۔ولی چاہے تو جی بھر کر شور مچالے مگر فیصلہ ماں کا ہی ماننا پڑے گا۔ جواب میں ولی نے بھی بتادیا کہ وہ بھی اُنہی کی اولاد ہے۔کھانا پینا بول چال سب بند۔تعلیم کو بھی خیر باد کہہ کر گھر بیٹھ گیا۔والد اور بہن بھائیوں کی سپورٹ بھی اُسی کے ساتھ تھی۔مزید انہوں نے فاطمہ بخت کو پریشرائز کرنا شروع کردیا۔جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مان تو گئیں۔مگر جس دل سے مانیں تھیں۔وہ اُنکے چہرے پہ صاف لکھا ملتا تھا۔رشتہ لیکر جانے والوں میں بھی شامل نہ ہوئیں۔ولی کے والد پھوپھی اور بھابھی ثمن کے گھر گئے تھے۔بڑے طریقے اور چاہت سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔دوسری جانب سے سوچنے کا وقت مانگا گیا۔اور کچھ عرصہ اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے اور دلی تسلی کے بعد ولی کے حق میں فیصلہ سنادیا گیا۔منگنی پہ ولی بالکل نہ مانا دل میں ڈر تھا کہ ابھی تو اماں مان گئی ہیں۔اگر بعد میں مکر گئیں تو پھر؟ اس لیے سیدھا نکاح پڑھوایا۔اور رخصتی فائنل کے بعد ہوئی۔چونکہ ثمن اُس سے دوسال جونیئر تھی اُس کی تعلیم درمیان میں ہی چھوٹ گئی۔

ولی ثمن کی سوچ سے بھی اچھا شوہر ثابت ہوا۔جسکی محبت میں ثمن تعلیم ادھوری رہ جانے کا غم ہی کیا ساری دنیا کو ہی بھول گئی۔دونوں ہی ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے۔ایک سال کا عرصہ پلک جھپکتے میں گزر گیا۔ ثمن کی فیملی کا اتنا آنا جانا نہیں ہوتا تھا۔اس کی بڑی وجہ دور کا سفر تھا۔مگر وہ دونوں جب جی چاہتا لاہور کا چکر لگا آتے۔ولی اپنی ماں کا لاڈلا بیٹا تھا۔مگر ثمن لاڈلی بہو نہ تھی نہ ہی بن پائی۔ولی اور اپنے شوہر کی موجودگی میں تو اُسکے ساتھ ماری بندھی بات کر ہی لیتیں مگر ان دونوں، کی غیر موجودگی میں جن نظروں سے دیکھتیں اور جو لفظوں کے تیر مارتیں وہ ثمن بیچاری کا دل لہولہان کرنے کو بہت کافی ہوتے تھے۔شائد زیادہ نقصان نہ ہوتا جو وہ انتہائی حساس طبیعت نہ رکھتی ہوتی۔جب اُسے ماں بننے کی خوشخبری ملی سب سے پہلے یہ بات اُس نے اپنی ساس کو ہی بتائی یہ سوچ کر کہ یقیناً یہ خبر اُنکا دل ثمن کے حق میں نرم کردے گی۔مگر اُنکا ردعمل بالکل سرد تھا۔وہ پہلے ہی اپنے بیٹے کی حرکتوں سے چڑی بیٹھی تھیں۔جس کو شادی کے سال بعد بھی ثمن کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا تھا۔کیونکہ اُنکے دل میں یہی منصوبہ تھا۔کہ شادی ہوگئی کچھ عرصے بعد ثمن کا بھوت سر سے اُتر جائے گا۔تو وہ اپنے شہزادوں سی آن والے بیٹے کو اپنی مرضی کی جگہ بیاہیں گی۔مگر اب ثمن کیا جاتی بلکہ ایک اور فرد کو لارہی تھی اُنکے زخموں پہ نمک

چھڑکنے کے لیے۔ وہ یہ بھی بھول گئیں کہ دنیا میں آنے والا وجود انکا اپنا خون ہی تو ہے۔ اب تو اٹھتے بیٹھتے ثمن کو طعنے دینے لگیں۔ جو کہ زیادہ تر اسی وقت دیے جاتے جب ولی اور بابا گھر پہ نہیں ہوتے تھے۔ وقتاً فوقتاً بڑی بہو اور دوسری اولاد نے ماں کو سمجھانا تو چاہا پر کامیاب نہ ہو پائے۔ کھلے عام کہتیں۔

"نہ جانے کیسی تربیت دیکر ماں باپ بیٹیوں کو گھروں سے نکالتے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں ہماری بیٹیاں تو تعلیم حاصل کرنے ہی گئیں لوگوں کی طرح اچھے رشتے پھنسانے نہیں۔"

اور اسی طرح کی کئی باتیں جو کہ ثمن جیسی لڑکی کے لیے کڑی آزمائش تھیں۔ ولی یا اپنے ماں باپ سے تو کچھ نہ کہنے کی تو جیسے قسم کھا رکھی ہو۔ بڑی بہنوں اور بھابھیوں کو بھی کبھی کوئی ہوا نہ لگنے دی۔ مگر ایک ہستی ایسی ضرور تھی جس سے کھایا پیا تک ڈسکس کرنے کی بہت پرانی عادت تھی۔ اپنے اندر کے سارے آنسو شانزے کے سامنے بہا کر کسی کو کچھ نہ بتانے کا وعدہ لیکر ہلکی پھلکی ہو جاتی۔ ہو سکتا تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ فاطمہ اسے قبول کر ہی لیتیں۔ آخر اُنکے عزیز از جان بیٹے کی محبت تھی۔ وہ کب تک اُن سے ناراض رہتیں۔ مگر وقت نے مہلت ہی نہ دی۔ ابراہیم کی پیدائش لاہور میں ہوئی تھی اور اسکی پیدائش کے ایک ماہ بعد ہی ولی سے برداشت نہ ہوا تو لینے آ پہنچا۔ اُس رات دونوں ڈاکٹر سے یہی پوچھنے گئے تھے۔ کہ آیا ثمن سفر کر سکتی ہے یا ابھی نہیں ننھے ابراہیم کو گھر پہ اماں کے پاس چھوڑا ہوا تھا۔ سفر کی اجازت لینے گئے دونوں اس خوفناک حادثے کا شکار ہو کر لمبے سفر پر روانہ ہو گئے جہاں سے کبھی واپس نہیں آنا تھا۔ اُس سفر پہ نکلنے سے پہلے دونوں نے اپنی معصوم جان کو بتایا تک نہ۔ گاڑی آئل ٹینکر سے ٹکرائی تھی۔ اور سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا۔ اور بدقسمتی سے ہر آئے دن ایسے حادثات ہوتے ہیں۔ جنکی آج تک ایک دفعہ بھی تفتیش نہیں ہوتی کہ آیا ذمہ دار کون ہے؟ دونوں موقعے پہ ہی جان بحق ہو گئے تھے۔ اور ثمن کے گھر والوں پر دوسرا صدمہ تب ٹوٹا جب ولی کے گھر والے صرف ولی کی لاش لیکر واپس چلے گئے۔ ثمن کا ذکر تک نہ کیا۔ ثمن تو اِدھر تھی بھی نہیں وہ تو پہلے ہی اپنے ولی کے ساتھ بہت دور جا چکی تھی۔ مگر پیچھے رہ جانے والی جان کو بھی سب بھول گئے۔ جب ولی کے گھر والوں کی طرف سے کسی نے رابطہ نہ کیا تو غم و غصے کی وجہ سے اِدھر سے بھی کسی نے رابطہ نہ کیا۔

اس حادثے کا سب سے زیادہ اثر لیا ہی شانزے نے تھا۔ ایک تو دوستوں سے بڑھ کر پیاری بہن منوں مٹی

تلے جا سوئی۔ اوپر سے اُسکے سسرال والوں کی خاموشی اور سب سے بڑھ کر ابراہیم کی ذات کو مکمل فراموش کر دیئے جانے کا دُکھ۔ تب شانزے نے صرف فرسٹ ایئر کلیر کیا ہوا تھا۔ لا اُبالی سی شانزے سے کسی کو یہ اُمید نہ تھی کہ وہ شمن کی اولاد کے لیے اتنا کچھ کر جائے گی۔ اُس نے ابراہیم کی مکمل ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ بہنوں بھابھیوں، اماں ابو نے سمجھایا کہ ہم ہیں تو تمہیں تعلیم چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ابراہیم کو ہم دیکھ لیں گے۔

مگر شانزے نے ادھر بھی سب کو حیران کر دیا۔ نہ اُس نے تعلیم چھوڑی نہ ابراہیم کی نگہداشت۔ ابراہیم کی عمر پانچ برس تھی جب اُس نے عدالتی کاروائی کر کے اُسے اڈاپٹ کر لیا تھا۔ شمن کو سوچتے نہ جانے کب اُسکی آنکھ لگ گئی تھی۔ ایک دم سے آنکھ کھلی تو وہ فوراً ازری کے بیڈ میں سے نکل آئی۔ کمرے میں نائٹ بلب جلا کر اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے ہال میں داخل ہوتے ہی نظر سامنے دیوار پہ لگے جن سائز کے وال کلاک پر پڑی۔ ابھی نماز کا وقت تھا۔ نماز ادا کرنے کا فیصلہ کرتی وضو کی نیت سے واش روم کو گئی۔

☆---☆---☆

اُس نے رات چھوڑ دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ شام کے وقت کچھ ملنے والے آئے تو، وہ بابا سائیں کے ساتھ ہی اوتاک میں آیا تھا۔ تو ملنے والوں کے جانے کے بعد بابا سائیں کو اُس نے ملازم سے بول کر گھر پہنچوا دیا تھا۔ کیونکہ باہر ٹھنڈ ہو رہی تھی جس سے اُنہیں مسئلہ ہو جاتا تھا۔ وہ خود اس وقت ٹھنڈ اور اندھیرے سے لاتعلق سا دہیں باغ میں لگی کرسیوں میں سے ایک پہ نیم دراز تھا۔ ابھی گھنٹہ بھر پہلے اُسکا بڑا بھتیجا پیغام لیکر آیا تھا۔ کہ گھر پر سب بُلا رہے ہیں۔ مگر اُسے اُٹھتے نہ دیکھ کر وہ اپنی گرم چادر اُس کے اوپر ڈال گیا تھا۔ اس وقت وہ خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔ نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہ رہا تھا نہ کسی کی آواز سُننے کو۔ سامنے میز پر پڑے اُسکے موبائل کی سکرین بار بار روشن ہو رہی تھی۔ مگر وہ ہاتھ بڑھا کر اُٹھانا نہیں چاہ رہا تھا۔

"سائیں آپ اندر چلے جائیں ہیٹر لگا ہے ادھر کُھلے میں تو بڑی ٹھنڈ ہو رہی ہے۔"

"نہیں میں ٹھیک ہوں"

"سائیں آپ کہیں تو ادھر کوئلے جلا دوں؟"

"او نہیں یار!! کوئی ضرورت نہیں۔ تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ کچھ بھی چاہیے ہوا تو تمہیں ہی آواز دونگا

جاؤ شاباش" ملازم کو جواب دینے کے دوران تھوڑا سا آگے کو جھک کر اپنا موبائل اٹھایا۔ وٹس ایپ پہ بہنوں کے میسجز کی بھرمار ہوئی پڑی تھی۔ بڑی آپا کا پہلے کھولا۔

"ہارون میری جان تمہاری پہلی شادی میں تو ہم وہاں نہیں تھے۔ تو نہ شامل ہونے کا دکھ ہوا تھا۔ مگر اب تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو کر کوئی مزا نہیں آیا!! ایسی ہوتی ہیں شادیاں؟؟؟"

اس نے بے دلی سے دوسرا میسج کھولا

" "اف بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے" خود ادھر ہیزار خان بنے بیٹھے ہو اداس اور چندر مکھی پارو کو وہاں قید کر آئے ہو۔ اتنے ظالم کب سے ہو گئے ہو؟ یا تو خود ادھر جاؤ یا ہمیں جانے دو"

"اس طرح اسے اکیلا چھوڑ کر تم شانزے کو اور بدظن کر رہے ہو۔" آخری میسج بھابھی کی طرف سے تھا۔

سنجیدہ تاثرات سمیت اسکی انگلیاں کی پیڈ پر تیزی سے دوڑیں۔ "آپ لوگ اپنے مشورے اپنے پاس ہی رکھیں وہ میری بیوی ہے اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مجھے اسکو کیسے قابو کرنا ہے۔"

دوسری طرف سے لمبی ہنسی کے ساتھ جواب لکھا آیا تھا کہ "بڑے آئے بیوی والے ادھر یوں چھپ کر بیٹھے ہوئے ہو بھوک پیاس تک مری ہوئی ہے۔"

اوہ لیڈیز پلیز۔۔۔۔!!!

وہ فون دوبارہ میز پہ ڈالنے لگا تھا کہ جب بابا کی کال آئی ناچار اٹھانی پڑی اور کوئی چارہ تھا کیا؟

"جی؟؟؟"

"محسن بتا رہا ہے کہ تم ابھی تک وہیں باغ میں بیٹھے ہوئے ہو" (بوڑھے کا حوالہ دیا)

"جی بابا سائیں موسم اچھا ہے ناں تو انجوائے کر رہا ہوں۔"

"ہارون بخت!"

"جی بابا؟"

"اگلے دس منٹ کے اندر اندر اگر تم وہاں سے اٹھے نہیں تو یہ تمہاری بہنیں اور بھابھی شانزے سے ملنے کو بہت بے چین ہیں۔ میں ان سب کو ڈرائیور کے ساتھ کراچی بھیج دونگا۔ احمق انسان بچوں کو بھی ادھر چھوڑ آئے

ہو۔ سوچا بھی نہیں اُن پر کیا اثر پڑے گا۔ بھیج رہا ہوں سب کو پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا!"

(ہونا کیا ہے بابا سائیں دوسری جانب سے ایسی بمبارمنٹ ہوتی ہے کہ بس) دل میں سوچتے ہوئے زبان سے صرف اتنا کہا "جی اچھا" ساتھ ہی دوسری طرف سے فون رکھ دیا گیا۔ بابا کی طرف سے ملنے والے وقت میں جب دو سنٹ رہ گئے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ موبائل جیب میں ڈالا بالوں میں ہاتھ چلا کر دماغ تھوڑا ٹھکانے لگایا۔ اپنی جیبیں ٹٹول کر چابی نکالی اور گاڑی کی طرف آ گیا۔

☆......☆......☆

گلاب کمن نے گیٹ پہ ہارون کی گاڑی کا ہارن پہچانتے ہوئے جب دوڑ کر گیٹ کھولا اُس وقت رات کے پونے ایک کا وقت تھا۔ گیٹ کھلتے ہی وہ گاڑی اندر لے آیا۔ انجن بند کر کے باہر نکلا گلاب کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اُس سے یہ نہیں پوچھا کہ "بی بی تو اندر ہی ہے ناں؟" بلکہ خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ اپنے پاس موجود چابی سے ہال کا لاک کھول کر سیدھا کچن میں آیا۔ کیونکہ ایک بات کا جیسے یقین تھا کہ باقی کے سب دروازے کھلے مل سکتے ہیں، سوائے ایک کمرے کے اور اُسی کی چابی لینے کے لیے وہ کچن میں آیا تھا۔ چابی نکال کر پلٹنے سے پہلے اسکی نظر برتنوں پر پڑی حیران بالکل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ڈھکن اُٹھا کر جائزہ لیا۔ آلو گوشت کے ساتھ مٹر پلاؤ کرائتہ ہر چیز موجود تھی۔ خود کلامی کی۔

"اب اگر میں یہ چاہوں کہ وہ خود آ کر اپنے ہاتھوں سے کھانا نکال کر میرے سامنے رکھ کر بصد اصرار کھانے کو بولے۔ تو ایسا سوچنا ہی فضول ہے۔ صبح سے ڈھنگ کی کوئی چیز اندر نہیں گئی یوں خالی پیٹ اسکا مقابلہ خاک کر سکوں گا۔ وہ تو پہلے ہی وار میں مجھے مار گرائیگی۔" اپنی سوچ پہ ہنستے ہوئے اُس نے اپنے لیے کھانا نکال کر گرم کیا تسلی سے کھایا پانی دودھ پی کر وہاں سے نکلا اس دوران یہ تو کنفرم ہو گیا تھا کہ وہ سو رہی تھی، پہلے بچوں کے کمرے میں چکر لگایا دونوں کو سوتے میں پیار کیا۔ پھر اپنے محاذ کی طرف پلٹا۔ دروازہ کھلنے اور بند ہونے میں کوئی آواز پیدا نہیں ہوئی تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب تک روشن نہیں تھا۔ جسے اُس نے اُسی خاموشی سے جلا دیا۔ پھر چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا۔

ڈھیروں کشن اور دو چار سرہانے اپنے ارد گرد رکھے نرم گرم بیڈ پہ بڑے سکون سے محو خواب تھی۔ وہ نماز پڑھ

کر سونے کے لیے لیٹی تھی کل رات کی شب بے خوابی اور ٹینشن کی وجہ سے وہ تھکی ہوئی تھی فوراً سو گئی۔ اس وقت اُسکے چہرے پہ بڑی نرماہٹ اور سکون دیکھ کر وہ بے آواز گنگنایا تھا۔

"میری نیند گئی میرا چین گیا اور چین سے وہ سوتے ہیں۔"

☆......☆......☆

گہری نیند میں اُسے یہ احساس ہوا تھا کہ جیسے مسلسل فون بج رہا ہو۔ بڑی مشکل سے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر ہاتھ سے ٹٹول کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھا فون پکڑ ہی لیا۔ آن کر کے کان پہ رکھا۔

"ہیلو؟" نیند میں ڈوبی آواز کا جواب دوسری طرف سے بہت فریش اور چاک و چوبند لہجے نے دیا۔

"ہیلو میم معذرت چاہتی ہوں کہ آپکی نیند خراب کی مگر پلیز کیا سر سے بات ہو سکتی ہے؟"

"کون سر؟" "کس کی بات کر رہی ہو؟"

"میم ایم ایکسٹریملی سوری چاہتی ہوں بے وقت آپکو تنگ کیا۔ پر یقین مانیے ضروری کام نہ ہوتا تو کبھی زحمت نہ دیتی" خوبصورت لب و لہجے والی نے کیوں اتنی لجاجت سے معذرت کی شانزے کے پلے کچھ نہ پڑا

"پتا نہیں کیا کہہ رہی ہو مجھے تمہاری کسی بات کی سمجھ نہیں آ رہی۔ اور یہ کس کو سر سر بول رہی ہو؟"

"میم میں ہارون سر کی بات کر رہی ہوں"

"کون ہارون؟" اتنی معصومیت سے پوچھا گیا کہ دوسری طرف موجود لڑکی کنفیوز ہو گئی کہیں غلط نمبر تو نہیں ملا لیا۔ فوراً سے نمبر چیک کیا۔ نمبر تو وہی تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی شانزے فون بند کر چکی تھی۔ کمرے کا ماحول اس قدر پُرسکون تھا کہ دو سیکنڈ بعد وہ واپس نیند میں تھی۔ جب فون دوبارہ بجا تو ابھی تک اُسکے ہاتھ میں ہی موجود تھا ہڑبڑا کر آن کر کے کان پہ رکھا۔ "جی؟"

"میم میں روشانے بول رہی ہوں۔ معذرت چاہتی ہوں دوبارہ تکلیف دینے پہ مگر پلیز سر سے بات کروا دیں۔"

"روشانے؟؟ ایک منٹ کیا کبھی تمہیں کسی نے یہ بتایا ہے کہ تمہاری آواز بڑی خوبصورت ہے۔"

دوسری جانب سے روشانے کی جھینپی سی آواز آئی۔ "تھینک یو میم"

"بات سنو تم مجھے میم میم کہہ کر کیوں بلا رہی ہو۔" بات کرنے کے ساتھ ہی اُس نے مدھم سا قہقہہ مارا ایک

سرہانا سر کے نیچے تھا دوسرا سر کے اوپر آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔

اسکو یوں ہنستا دیکھ کر بڑی مشکل روشانے نے اپنی ہنسی روکی۔ "میم اسلیے کہ آپ میرے باس کی مسز ہیں"

"استغفر اللہ کب کی میں نے تمہارے باس سے شادی؟"

اس سے پہلے کے وہ دوسری جانب سے روشانے نامی لڑکی کا جواب سنتی کسی نے اسکے سر پہ موجود سرہانا ہٹایا پھر بغیر اجازت کے فون اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہاں مس روشانے بتایے؟" بھاری مردانہ آواز اور وہ بھی شانزے کے پہلو سے ابھری تھی۔

حیرت کی شدت سے پورے جوش کے ساتھ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے ہارون کو نہ دیکھ سکی جو کہ اسی کی جانب کو جھکا ہوا آنکھیں مسلتے ہوئے نیند بھگانے کے چکر میں تھا۔ دھڑم کی آواز کے ساتھ دو سر اتنی زور سے ٹکرائے تھے کی اللہ جھوٹ نہ بلوائے کلیش کی آواز فون پہ موجود مس روشانے نے بھی سنی تھی۔

ایک پل کو فون نیچے کر کے اس نے قریب بیٹھی شانزے کی آنکھوں میں تشویش سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم ٹھیک ہو؟"

جواب میں وہ ہکا بکا اسکی شکل دیکھ رہی تھی۔ "تم کہاں سے آئے؟؟؟"

اس کے سوال کو نظر انداز کرتا وہ واپس فون کی جانب متوجہ ہوا۔

"مس شانزے اگر بھٹی صاحب انسپیکشن کے بعد مال کو رد کر چکے ہیں تو پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ مال رکھا جائے۔ آپ آرڈر والے ٹرک واپس بھجوا دیں اور اس کمپنی کے مالک کو لکھ دیں کہ ایک ہفتے میں اگر ہمارے معیار کا مال ڈلیور نہ کیا گیا تو کسی اور کمپنی سے رابطہ کریں گے۔ ان لوگوں کے ساتھ ہماری ڈیل ختم ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے پھر آپ مجھے اپ ڈیٹ کر دینا کیا پروگریس ہوتی ہے۔"

"جی سر اسرایم سوری میں جانتی نہیں ہوں کہ فون اٹھانے والی ہستی واقعی آپ کی مسز تھیں۔ میں مسز ہارون سمجھ کر مخاطب ہوئی ہوں جو کہ شاید انہیں برا لگ گیا۔"

ہارون مسکراتے ہوئے بیڈ سے اتر گیا۔ "اس میں معذرت کرنے کی تو کوئی بات نہیں ہے مس روشانے اصل میں ان کی ساری انرجی حقیقت کو جھٹلانے میں صرف ہو رہی ہے"

’’میں آپکا مطلب نہیں سمجھی سر‘‘

’’مس روشانے سیریسلی کیا آپ چاہتی ہیں کہ رات کے تین بجے میں آپکو اپنی وائف کے میموری لاس کی وجہ سمجھاؤں؟‘‘ اتنی غیر سنجیدہ بات وہ انتہائی سنجیدہ انداز میں کر رہا تھا۔ مس روشانے نے تو اسی وقت لائن کاٹ دی۔ اپنے بالوں میں ہاتھ چلا کر آنکھوں کے اوپر گرنے والے بالوں کو پیچھے کرتا وہ سوئچ بورڈ کی طرف آیا۔ لائٹ آن کر کے بیڈ کی جانب دیکھا۔ شانزے دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی۔ اُسے دیکھ کر جو پہلا خیال ذہن میں آیا۔ اُسی کے متعلق سوال کر دیا۔

’’تمہیں چوٹ تو نہیں لگ گئی۔؟‘‘ ہارون کے سوال پر اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے بالوں کا جوڑا سا بنایا اور نظر اُٹھا کر ہارون کو دیکھا جو کہ کمرے کے وسط میں کھڑا سوالیہ نظروں سے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

’’مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا کہ میں ہوں کہاں؟‘‘

ہارون اُسکی بات پہ بڑی خوبصورتی سے مسکراتا ہوا کمرے میں موجود ڈبل صوفے کی جانب بڑھ گیا۔ ’’اگر تم میرا یقین کرو تو اس وقت تم جنت میں ہو‘‘

شانزے کا ذہن قدرے بیدار ہو چکا تھا۔ دوپٹہ کھول کر شانوں پہ پھیلاتے ہوئے بڑے تحمل سے بولی۔ ’’میں جنت میں ہوں تو تم میرے ساتھ کیوں ہو؟ جھوٹے اور دھوکے باز لوگ کب سے جنت میں بسنے لگے؟‘‘

ہارون نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں اپنی ٹانگیں اُٹھا کر پاؤں میز کی سطح پہ رکھے۔ اور نیم دراز ہوتے ہوئے شانزے کو جواب دیا۔ ’’یہ تو تمہاری معاملہ فہمی پہ منحصر ہے، کہ تم حقیقت کو اس کے اصل رنگ میں دیکھتی ہو یا کہ اپنی انا اور غصے کی نظر سے۔ بجائے یہ سوچنے کے کہ یہ جھوٹا اور دھوکے باز انسان جنت میں کیسے آ گیا۔ یہ بھی تو سوچا جا سکتا ہے ناں کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہوتا تو جنت میں موجود نہ ہوتا۔‘‘

شانزے نے بیڈ کے کنارے سے پاؤں نیچے اُتارے ’’تمہاری کہی ان دو لائنوں سے ہی مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ کس خوبصورتی سے تم نے اپنی وکالت کر کے میرے ماں باپ کو شیشے میں اُتارا ہو گا۔‘‘

اُس پہ واضح چوٹ کر کے اپنی جگہ سے اُٹھی اور رُخ واش روم کی جانب تھا۔ پھر رُک کر اس کی طرف دیکھا۔ ’’میں سوری کرنا چاہتی ہوں اصل میں بہت دنوں بعد اتنی گہری نیند لینے کا وقت ملا تھا۔ اور سوتے میں یہی لگا کہ

میرا ہی فون بج رہا ہے اور نہ جانے میں نے فون پہ کیا کیا کہہ دیا ہے۔"

"فکر نہ کرو شانزے فون پہ نیند میں ہونے کے باوجود بھی تم نے وہی باتیں کی ہیں جو کل سے جاگتے میں کرتی آ رہی ہو"

شانزے نے اُسے گھورا اور آگے بڑھ گئی۔ ایک بات پریشانی کی حد تک اُسے کنفیوژن کا شکار کر رہی تھی۔ اور سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اپنے اس نئے پیدا ہو جانے والے خدشے کی نفی کرے یا خوش ہو۔ نہیں خیر خوشی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جب تک وہ اس چار دیواری میں موجود تھی۔

ہارون اُسکے واش روم میں بند ہو جانے کے بعد وہیں صوفے پہ بیٹھ کر پاؤں جھلاتے ہوئے کسی گہری سوچ میں تھا۔ دو چار منٹ بعد واش روم کا دروازہ کھلا۔

"میں تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ تم پریشان دکھی سی بیٹھی نیر بہا رہی ہو گی۔ مگر مجھے کہنا پڑے گا کہ جس طرح ایک اجنبی جگہ پر پہلے ہی دن تم نے اپنا گھر سمجھ کر کھانا بنایا' صفائی کی' بچوں کا خیال کیا۔ خاص کر میری بیٹی کے لئے تو ایک دفعہ بھی ٹمسن کا فون نہیں گیا۔ اور جس قدر گہری اور پُر سکون نیند تم سو رہی تھیں۔ یہ سب دیکھ کر مجھے خوشی تو ہوئی ہی ہے پر حیرت بھی ہو رہی ہے۔"

"میں تو خواہ مخواہ ہی ڈر رہا تھا تم تو بہت آئیڈیل بیوی ثابت ہونے والی ہو"

وہ اب پوری طرح بیدار تھی اسلیے بڑے مضبوط لب و لہجے میں پوچھا۔ "کہہ چکے ہو یا کچھ اور بھی کہنا ہے؟"

ہارون نے اپنی نرم تاثر دیتی ہوئی نگاہیں شانزے پہ ڈالیں۔ جو آنکھوں میں واضح چیلنج لیے کھڑی تھی۔ کچھ لمحے دیکھتا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اسکے قریب آیا اور یہ دیکھ کر کوئی حیرت نہ ہوئی کہ اُسکے قریب آنے پہ شانزے کے اعتماد میں کوئی فرق نہ آیا وہ ویسے ہی اپنے پیروں پہ جمی کھڑی رہی۔ جیسے ہر طوفان کا مقابلہ کرنا جانتی ہو۔ ہارون کی نظروں میں اُسکے لیے اپنائیت اور لگاوٹ تھی تو شانزے کی آنکھوں میں سرد مہری اور لاتعلقی کا تاثر تھا۔

"کل تمہاری نفرت اور غصہ دیکھنے کے بعد میں یہ سوچ کر یہاں سے گیا تھا کہ اب واپس جب تک نہیں آؤں گا۔ جب تک تمہاری ناراضگی ختم نہ ہو جائے۔ مگر اب یہ سوچ کر آ گیا ہوں کہ تمہاری ناراضگی مجھ سے ہے اور ختم بھی مجھے ہی کرنی ہے۔ وقت نے نہیں۔ تمہارے ہر سوال کا جواب میرے پاس ہے۔ میں تمہیں بتا سکتا

ہوں کہ بہت سی باتیں صرف غلط فہمی کی بنا پر ہیں۔ اور باقی کی غفلت ہے۔ مگر ان سب باتوں کے جواب دینے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے دیکھو۔"

وہ جو نظریں سامنے دیوار پہ لگائے مسلسل گھور رہی تھی۔ نظر موڑ کر اک نگاہ اپنے سے دو قدم کی دوری پہ کھڑے شخص پہ ڈالی۔ ڈارک براؤن، شلوار سوٹ جس پہ سلوٹیں پڑ چکی تھیں۔ پیروں میں لیدر کی چپل' پیشانی پہ بکھرے الجھے سے بال' آنکھوں میں نیند پوری نہ ہونے کی چغلی کھاتی سرخی' دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے بڑی غور سے شانزے کو دیکھ رہا تھا۔ انتہائی حلیہ ہونے کے باوجود وہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔ یہ اُسکے دیکھنے کا انداز ہی تھا جس نے شانزے کو نظر چرانے پہ مجبور کر دیا تھا۔ (کمینا مجھے سڈیوز کرنے کے چکر میں لگتا ہے) "مگر میں شانزے ہوں جسے تم نہیں جانتے ہو ہارون بخت")

"شانزے تمہیں لگتا ہے کہ میں نے ابراہیم کو حاصل کرنے کے لئے تم سے شادی کا ڈھونگ رچایا ہے۔ میری طرف دیکھو شانزے میں اکتیس سال کا ایک خود مختار اور آزاد مرد ہوں' اپنی زندگی کے فیصلے بغیر کسی جذباتی پن کے مکمل آزادی کے ساتھ کرتا ہوں۔ سالوں ہو گئے اپنے خاندان کے اندرونی و بیرونی مسائل کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ قانون کے ساتھ دن رات کا واسطہ رہتا ہے۔ تو میری پیاری شانزے" محمد ہارون بخت" اتنا بے بس مرد نہیں ہے کہ اُسے اپنے ہی خون کو واپس اپنے گھر لانے کے لیے ایک فضول بے تعلق کو اپنے پاؤں کی بیڑی بنانا پڑتا۔ اسلیے ایک بات اپنے دل و دماغ پہ لکھ لو تم یہاں ابراہیم کی وجہ سے نہیں آئی ہو۔ ابراہیم سے ملنا یا اُسے اِدھر لانا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں عدالت سے رجوع کر سکتا تھا۔ تمہاری فیملی کے ذریعے مل سکتا تھا۔ اس شادی سے پہلے بھی تو ملتا ہی رہا ہوں، تمہیں تو بہت بعد میں خبر ہوئی تھی۔ وہ بھی تمہاری فیملی کے بتانے پر نہیں بلکہ تم نے خود بائے چانس ابراہیم کو میرے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ ابراہیم کو اغوا کر وا لیتا یقین مانو تم کبھی مجھ تک پہنچ نہ پاتیں۔ میں تمہارے گھر اتنے سالوں بعد گیا ابراہیم سے ملنے ہی تھا۔ وہاں ہم لوگ تمہارے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ جب تمہارے والد صاحب نے ابراہیم کے حوالے سے تمہارے جذبات پہ روشنی ڈالی تھی۔ یقین مانو میں واپسی پہ سارا راستہ حیران ہوتا آیا تھا۔ کہ آیا ایسے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں؟ اور دوسرے لفظوں میں اس بات پہ حیران رہ گیا تھا کہ کیا میری تلاش یوں ختم ہوئی تھی۔"

اُسکی آخری بات پہ شانزے کا ضبط جواب دے گیا تب سے خاموش کھڑی اپنی برداشت کی حد ناپ رہی تھی۔ "اوہ فار گاڈ سیک اس قسم کے چیپ ڈائیلاگز اگر مجھ جیسی لڑکی پہ اثر کرتے ہوتے ناں تو کامیابی صرف تمہارے قدم ہی نہ چومتی تم سے پہلے ہی کوئی یہ سعادت حاصل کر چکا ہوتا۔ اس لیے ایسا کوئی تکلف کیے بغیر بات کرو تو شائد میں سن بھی لوں ورنہ اپنی انرجی ضائع نہ کرو"

ہارون کے اطمینان میں رتی بھر فرق نہ آیا اسی طرح اعتماد سے اپنے قدموں پہ جم کر کھڑا رہا "تم میری بات کا یقین کرتی ہو یا نہیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حقیقت یہی ہے فیصلہ انہی پلوں میں ہو گیا تھا کہ تم ہی میری منزل ہو۔ تو بتاؤ شانزے میں کیسے اور کیوں وقت ضائع کرتا؟؟ جب میں یہ جان گیا تھا کہ تم میری فیملی سے کس قدر متنفر ہو۔ اُس صورت میں مجھے کیا پاگل کتے نے کاٹا تھا۔ کہ تمہارے سامنے آ کر کہتا شانزے یار تمہاری اور میری سوچ ایک ہی سمت میں جاتی ہے۔ اور مجھے لگتا ہی نہیں بلکہ یقین سا ہے کہ ہم دونوں اچھی زندگی گزاریں گے۔ تمہیں میری بات پہ یقین کرنا ہو گا جب میں کہہ رہا ہوں کہ اُس دن لاہور سے واپس کراچی کے سفر کے دوران میں نے تمہارے اور اپنے بچے دیکھے ہیں بڑے خوبصورت صحت مند اور شرارتی ہیں۔ تم مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتی ہو مگر تمہیں مجھ سے شکوے بھی ہزاروں ہیں جن میں سرفہرست یہ کہ میرے بے جا لاڈ پیار نے بچوں کو بگاڑا ہوا ہے وہ حد سے زیادہ چاکلیٹ کھاتے اور ویڈیو گیمز کھیلتے ہیں۔"

اُس نے ہارون کو درمیان میں ٹوک دیا۔ "بس کرو ہارون بخت اور ہاں کہانی تم نے بلاشبہ بہت خوب بنائی ہے، ذرا غور سے میری شکل دیکھو کیا اس پہ لکھا ہے کہ میں اتنی بیوقوف ہوں کہ میرا دشمن میرے سامنے آ کر مجھے پسند کرنے اور میرے ساتھ گھر بسانے کا دعویٰ کرے گا اور میں سو بسم اللہ کر کے اُسکے سینے سے لگ جاؤنگی کہ ہاں تمہاری مکاری کے انتظار میں ہی تو میں اتنے سالوں سے بیٹھی ہوئی ہوں۔ اب تم اس زہر کو جتنا مرضی چاکلیٹ کی کوٹ کر دو ہضم نہیں ہونا۔ تم نے دھوکہ دیا ہے۔ میرے گھر والوں نے دھوکہ دیا ہے۔ تم میرے سامنے آ کر مجھے پرپوز کرتے تو ہاں میرا جواب تب بھی نہ میں ہونا تھا۔ اس وقت دھوکے سے ہی سہی مگر میرے شوہر بنے سامنے تن کر کھڑے ہو۔ مگر میں اب بھی انکار کرتی ہوں۔ نہیں رکھنا تعلق تمہارے ساتھ کیونکہ مجھے تم سے تمہاری فیملی کے ہر فرد سے نفرت ہے۔ میری بہن کے ساتھ جو تم لوگوں نے کیا۔ اس کے بعد سوچا بھی کیسے کہ شانزے تم سے

ٹوٹ کر محبت کرے گی تمہارے بچے پالے گی؟" خونخوار آنکھوں سے مسلسل ہارون کو گھور رہی تھی۔

"شانزے تم جانتی ہی کیا ہو میرے بارے میں جو مجھ سے نفرت کی دعویدار ہو اور محبت ہو جانے کے امکان سے ہی انکاری ہو؟؟ جہاں تک رہیں ثمن بھابھی تو اُن کے بارے میں تم بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو۔ پر سچ مجھے وہ میری دوسری بہنوں جیسی ہی عزیز تھیں۔ گھر کے ہر فرد نے انہیں پیار اور مان ہی دیا تھا۔ ماسوائے اماں جی کے۔ ہاں وہ تھیں کچھ کٹر قسم کی روایتی۔ انہیں غصہ تھا کہ ولی بھائی نے اُن پہ ثمن بھابھی کو فوقیت دی۔ بھائی کی شادی وہ اپنی مرضی سے کرنا چاہتی تھیں۔ وقت کے ساتھ انہوں نے حقیقت کو قبول کر ہی لینا تھا۔ اب اُن کی محبت کا اندازہ اسی سے لگا لو کہ بھائی کے چالیسویں کے روز ای بھی دنیا چھوڑ گئیں تھیں۔ اُن سے اپنے پیارے بیٹے کی جواں مرگی برداشت نہیں ہوئی۔ یار! ہم لوگ تو پے در پے نقصان اٹھاتے آئے ہیں۔"

ایک مجروح سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا اور نا چاہتے ہوئے بھی اُسکی بات سنتی وہ ایویں ڈریسنگ پہ رکھی بچ جانے والی چند ایک چیزیں چھیڑ رہی تھی۔

"ابراہیم کا خیال ہمیشہ سے ذہن میں تھا۔ پر وقت کی دھار دیکھتا رہا۔ ابھی ولی بھائی اور امی کے صدمے سے نہیں نکلے تھے کہ بڑے بھائی کا آن ڈیوٹی مرڈر ہو گیا۔ ہماری تو رہی سہی ہمتیں ٹوٹ گئیں تھیں۔ میں تھا ہی کیا ؟؟ ایک لاابالی سا اسٹوڈنٹ۔ ولی بھائی کی وفات کے وقت میں فرانس میں تھا۔ اپنے یونی گروپ کے ساتھ چھٹیاں منا رہا تھا۔ جہاں پہ اطلاع ملتے ہی بھاگا۔ بڑے بھائی نے پھر زبردستی واپس بھیجا تھا۔ اور ابھی سال بھر بھی نہیں گزرا تھا کہ اُنکی شہادت کی خبر ملی۔ سب چھوڑ چھاڑ واپس بھاگا۔ سات سال لگے مجھے مقدمہ لڑتے!! اپنے بھائی کے قاتلوں کو پھانسی دلواتے۔ بابا سائیں فالج میں دونوں ٹانگوں کی حرکت کھو بیٹھے۔ آٹھ سال کا عرصہ تو میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ میں کون ہوں؟؟ میری زندگی کا ایک ہی مشن تھا کہ میں نے اپنے بھائی کے قاتلوں کو معاف نہیں کرنا۔ میں نے انصاف پانے کے لئے دن رات ایک کر دیئے تھے۔ پیسہ پانی کی طرح بہایا تھا پھر کہیں جا کر سنی گئی تھی۔ تم نے ایک بہن اور بھائی کھویا تھا شانزے جسے تم آج تک نہیں بھول پائی ہو۔ ہم لوگوں نے تو چار لوگ کھوئے تھے۔ میری بھابھی اور بہنوں کے دُکھ کا اندازہ کر سکتی ہو؟ اُٹھتے بیٹھتے اُنکی آنکھوں سے آنسو گرتے تھے۔"

وہ جیسے ماضی کی لمبی مسافت سے تھک گیا۔ شانزے جہاں کھڑی تھی ۔ وہیں قریب بیڈ پہ بیٹھ گیا۔ خود شانزے اتنے سارے انکشافات سنتے ہوئے دنگ سی رہ گئی تھی۔ شاید اسی لیے جب ہارون نے اُسکا ہاتھ تھام کر اُسے اپنے برابر بیٹھانا چاہا تو وہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھی تھی جو کہ اُسکی ذہنی غیر حاضری کا ثبوت تھا۔

ہارون نے شانزے کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبا کر اُسکے ہاتھ کی پشت پہ اپنے لب رکھے۔ تڑپ کر شانزے نے اپنا ہاتھ واپس کھینچنا چاہا تھا۔ مگر کامیاب نہ ہوئی کیونکہ اُسکا دھیان ہارون کے بڑی سنجیدگی سے کیے گئے سوال کی طرف چلا گیا۔

"شانزے تم نے اپنے کزن سے طلاق کیوں لی تھی؟" (ایک اور دھچکا شانزے کے اعصاب پر لگا اتنی بڑی بات کتنے آرام سے پوچھ رہا ہے جیسے موسم کے حال پہ تبصرہ کر رہا ہو اور میری کوئی بات چھپی بھی ہے کہ نہیں؟)

"جبکہ تمہارا نکاح تم دونوں کی باہمی رضامندی سے ہوا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ تم دونوں کو ایک دوسرے سے محبت نہ تھی ۔ پر ناپسندیدگی بھی نہیں ہوگی ۔ جہاں پسند ہو اور اتنا اہم رشتہ قائم ہو جائے ۔ میرے خیال میں محبت خود بخود ہو جاتی ہے، جیسے کہ مجھے لگتا ہے کہ مجھے ہو گئی ہے۔ ہمارے تعلق کو تو ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے ۔ مگر میرا تم لوگوں کے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا۔ مجبوراً آدھی رات کو بھاگ آیا تھا ۔ کیونکہ تمہارے بغیر عجیب ایمٹی نس کی فیلنگ آ رہی تھی ۔ جبکہ تم لوگوں کا نکاح تو ڈھائی سال تک رہا۔ پسندیدگی یقیناً محبت میں بھی بدلی ہوگی ۔ اور لڑکیاں تو ویسے بھی ایسے معاملات میں بڑے حساس جذبات رکھتی ہیں۔ مگر تم نے خود وہ رشتہ ختم کیا۔ کیسے کر لیا ؟؟ آخر کیوں؟؟"

شانزے اپنی جگہ شاک بیٹھی تھی۔ ہارون کے سوالوں سے نہیں بلکہ اُسکے کھلے اظہار پہ۔ (کیا یہ آدمی پاگل ہے؟) جب اُس نے گردن موڑ کر ہارون کی طرف دیکھا تو یہ تحریر شانزے کے چہرے پہ واضح لکھی تھی۔ وہ اُسکی حیرت بھانپ کر کندھے اُچکاتے ہوئے دھیرے سے مسکرا تا۔ جواب کا منتظر تھا اسلیے ابھی تک سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ شانزے نے اپنے لب کھولے۔

"وہ مجھے سمجھتا نہیں تھا۔ اور میں اپنی ساری زندگی اس کے ساتھ کیسے گزارتی؟ میں ابراہیم کو نہیں چھوڑ سکتی تھی ۔ اور وہ ابراہیم کو اپنے ساتھ رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ میری دلیلوں کو کو سٹوپڈ قسم کے جذبات سمجھتا تھا۔ مگر میں آج

بھی اُسکی اچھائی کی معترف ہوں۔ ہماری فیملیز کی طرف سے اتنا سارا پریشر ہونے کے باوجود اُس نے مجھے اپنے ساتھ ایک بوتکے سے بے بنیاد تعلق میں زبردستی باندھ کر نہیں رکھا۔ میری بات مان کر تعلق ختم کر دیا۔ آج اُسکے دو بچے ہیں۔ ہم ابھی بھی اچھے دوستوں کی طرح ہیلو ہائے کرتے ہیں۔"

"شانزے کیا ابراہیم تمہیں اتنا عزیز ہے کہ اُسکی خاطر اپنا شوہر چھوڑ دیا؟"

"ابراہیم میرا بیٹا ہے۔ کوئی دو سال پرانا دوسروں کی مرضی سے قائم کیا گیا ایڈ وینچر ٹائپ رشتہ نہیں کہ میں اُسے چھوڑ کر ایک ایسے آدمی کے ساتھ رہتی کہ جسکی زندگی سے میں نکل گئی تو کوئی خلا پیدا نہیں ہوا۔ جبکہ ابراہیم کی زندگی میں میرے جانے سے ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا۔ میں اُسکی ماں، باپ، اُستاد سبھی کچھ ہوں۔ پھر کیوں میں ایک غیر آدمی کی خاطر اپنا بیٹا چھوڑتی؟"

ہارون بڑی دیر اُسکو غور سے دیکھتا گیا۔ پھر سر جھٹک کر ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔ شانزے کب کی اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھوں سے کھینچ چکی تھی۔

"پاگل ہو گئے کیا؟" شانزے کے تپ کر پوچھنے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا بیڈ پہ پیچھے کو چت لیٹ گیا۔

اُسکا رویہ شانزے کو اور غصہ دلا رہا تھا۔ "میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں"

جواب میں ہارون بڑی ترنگ میں بولا "مجھ کیا سب کچھ پوچھو۔ اجازت لینا تم پہ سوٹ نہیں کر رہا سو بی وٹ اِیور اِٹ اِز جسٹ فائر اِٹ آوے!!!"

شانزے نے اُسکے مسخرے پن کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے پوچھا "اس وقت تمہاری بیوی کہاں ہے؟"

"میری بیوی؟" ہارون نے نیم وا آنکھیں شانزے پہ ڈالیں۔

"ہاں"

اُسکی ہاں پہ وہ بولا "میرے پاس بیٹھی ہے"

اُسکی بات کا مطلب سمجھ کر وہ تلملا گئی۔ "میں تمہاری پہلی بیوی کا پوچھ رہی ہوں ہارون تمہاری پہلی بیوی کہاں ہے؟"

''میری پہلی بیوی؟''

''ہاں بھئی!!''

دوسری طرف معصومیت سی معصومیت تھی۔ ''میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔''

شانزے نے تاسف سے سر ہلایا ''فضول بکواس مت کرو ہارون میں تم سے زری کی ماں کا پوچھ رہی ہوں۔ وہ کہاں ہے؟؟''

''اچھا۔۔۔!!! تو سیدھے سے یوں پوچھو نا کہ زری کی والدہ کہاں ہے۔ تمہاری بیوی تمہاری بیوی کی گردان لگا رکھی تھی۔۔''

''عجیب آدمی ہو!! زری کی والدہ کہوں یا تمہاری بیوی بات تو ایک ہی ہوئی ناں'' شانزے نے جیسے ہارون کی عقل کو سلامی پیش کی۔

''کیا فضول گوئی کر رہی ہو۔ زری میری بیٹی ہے اس ناتے سے اگر کوئی اسکی ماں ہے تو وہ تم ہوگی۔ اور اگر اسکی برتھ مدر کا ذکر ہے۔ تو وہ میری بیوی نہیں تھی۔ میری پہلی بیوی تم ہی ہو ہاں اگر دوسری تیسری دیکھنے کا شوق ہے تو تمہاری خاطر میں یہ زہر پیالہ بھی پینے کو تیار ہوں۔'' اینڈ والی لائن ادا کرتے ہوئے بلا کی سنجیدگی تھی۔

''یا تو تم پاگل ہو یا میں!'' شانزے اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

''میرا خیال ہے دوسرا خیال زیادہ بہتر ہے'' وہ کہنی کے بل لیٹتے ہوئے مزے سے کہہ رہا تھا۔

شانزے نے چکراتے ہوئے سر کو تھاما۔ ''ہارون پلیز سنجیدگی سے بتاؤ کہ زری کی ماں کیسے تمہاری بیوی نہیں آخر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟؟؟''

''توبہ استغفار بھی کیوں کرتا میں اُس سے شادی؟ ایسا تو میرے لیے سوچنا بھی حرام تھا۔''

''تو......... کیا؟؟ اوہ میرے خدا!! تم اتنے گرے ہوئے انسان ہو۔ تم اُس وقت سے مجھے یہ سمجھانا چاہ رہے ہو کہ زری تمہاری نا......'' شانزے کی آواز صدمے سے پھٹی جا رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنا فقرہ مکمل کرتی۔ ہارون چیخ اُٹھا۔ ''خبردار......!! ظالم لڑکی ایک لفظ مزید مت کہنا۔ فار گاڈ سیک شانزے تم تو چلی تھیں میری عمر بھر کی کمائی پہ پانی پھیرنے۔ اِدھر آ کر بیٹھو۔'' اُس نے بیڈ پہ اپنے

برابر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''سب یہی سمجھتے ہیں کہ میں نے باہر شادی کرلی تھی۔ تین سال پہلے اپنی ڈگری ختم کرنے گیا تھا۔ واپسی پہ زری میرے ساتھ تھی۔ میں نے کسی کی غلط فہمی دور نہیں کی نہ ہی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر تمہیں سچ بتانا میرا فرض ہے۔ تم میری ذات کا حصہ ہو۔ میرے دوست نے وہاں ایک جرمن لڑکی سے شادی کی تھی۔ شادی چھ سال کے طویل عرصے تک رہی مگر اُس نے کبھی اپنے گھر والوں سے پاکستان میں ذکر نہیں کیا۔ دونوں خوش تھے۔ جب تک میں وہاں رہا تھا۔ دونوں کو اچھے میاں بیوی کے روپ میں ہی دیکھا۔ اور جب دوبارہ گیا تو حالات ہی بدلے ہوئے تھے۔ جینی اتنے سال بعد ایکسپیکٹ کر رہی تھی۔ جب اُس نے میرے دوست کو کسی دوسری عورت کے ساتھ دیکھ لیا۔ اُس نے غصے میں بھرے ریستوران، میں ہی بھاری شیشے کا گلدان اپنے شوہر کو دے مارا جو سیدھا اُسکے سر پہ لگا۔ پورے تین ماہ کوما میں رہا پر ڈاکٹر اُسے بچا نہیں سکے۔ بیوی کو پولیس نے دھر لیا۔ کیس کوئی زیادہ لمبا چلا ہی نہیں اُسے سزا سنا دی گئی۔ زری کی پیدائش بھی جیل میں ہوئی ہے۔ ساری صورتحال جاننے کے بعد میں نے اپنے دوست کی فیملی سے یہاں پاکستان میں رابطہ کیا تھا۔ تم تو جانتی ہی ہو اپنے لوگوں کو بس صاف مکر گئے۔ اُن کے بیٹے نے کوئی شادی نہیں کی نہ ہی اُسکی کوئی اولاد ہے۔ سب جھوٹ ہے کہہ کر بات ختم کر دی۔ دوسری طرف گوری کی فیملی میں بھی منتیں کرتا رہا۔ پر اُسکے بھائی کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ آخری دن تک میں دونوں طرف فون کر کے انہیں مناتا رہا۔ مگر نہیں مانے اور جس دن سوشل ورکر اُسے کسی غیر مسلم فیملی کو دے رہی تھی۔ میری غیرت نہیں مانی کہ ایک مُسلمان کا خون غیر مسلموں میں جائے۔ میں اُس دن نہیں جانتا تھا کہ کیا کر رہا ہوں۔ کیا کروں گا؟ فارگا ڈیسک، کوئی بلی کتا نہیں ایک انسان کا جیتا جاگتا بچہ لے رہا ہوں۔ اور بچوں کی الف ب سے بھی واقف نہیں ہوں۔ کیا کروں گا؟؟؟ آخر سوچ کیا رہا ہوں؟؟ مگر میں نے اپنا نام دے دیا، اُسکی ماں سے ملا اور اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔ اُسی نے سوشل ورکر کو منایا کہ اگر وہ کسی کو اپنی بیٹی کی سپردگی دینا چاہتی ہے، تو وہ میں ہی ہوں۔ جس پہ اُسکو بھروسہ ہے کہ اس بچی کا ہمیشہ خیال رکھوں گا۔ جبکہ مجھے کوئی یقین نہ تھا۔ کہ یہ تجربہ کامیاب ہو گا یا ناکام۔ ہاسٹل میں رہتا تھا سوشل ورکر کے کہنے پر گھر کرائے پہ لیا۔ ضرورت کی ساری چیزیں لیں وہ ساری رقم میں نے پارٹ ٹائم جاب کر کے اپنی فیس کے لیے جمع کی تھی۔ تا کہ مجھے بابا سے دوبارہ پھر فیس نہ مانگنی پڑے۔ مگر

جو جو رکوائرمینٹ کہی گئی تھی۔ میں نے وہ سب پوری کی۔ دوسرے دن دُعا کرتا ہوا گھر سے گیا تھا۔ اور واپسی پہ زری میری گود میں تھی۔ تین ماہ کی زری یقیناً بہت بڑی ذمہ داری تھی۔ اُن دنوں چھٹیاں تھیں جو کہ میں نے سوچا ہوا تھا گھر پہ گزار کے آؤں گا۔ پر زری کی وجہ سے نہ آیا۔ شروع شروع میں تو وہ بس روتی رہتی تھی۔ اور میں اُسے لیکر گھومتا رہتا۔ دودھ دیتا تو کبھی اتنا گرم ہو جاتا کہ بیچاری کا منہ جل جاتا اور کبھی اتنا ٹھنڈا دے دیتا کہ اُسے پوٹیاں لگ جاتیں۔ اور جب وہ بے تحاشہ روتی۔ اُن لمحوں میں جی بھر کے خود کو گالیاں بکتا تھا۔ کیوں یہ مصیبت گلے میں ڈالی۔ ایک دو ماہ لگا اُسے میرے سے مانوس ہونے میں۔ پھر یوں ہوتا کہ صبح اُسکا بیگ پیک کر کے میں اُسے ڈے کیئر چھوڑتا۔ خود یونی جاتا۔ وہاں سے واپسی پر اُسے ڈے کیئر سے اُٹھاتا لنچ دونوں ساتھ کرتے۔ پھر اُسے دوسرے ڈے کیئر پہ چھوڑ کر خود ٹیک اوے پہ ڈیلیوریاں کرتا۔ رات کو دس بجے شفٹ ختم کر کے واپسی پہ زری کو لیتا اور تھکا ہارا گھر آتا۔ مگر زری کیساتھ تھوڑا سا وقت گزار کر ہی میری تھکاوٹ دور ہو جاتی۔

پورا ایک سال دیا میں نے خود کو یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ آیا میں واقعی ایک بچے کی ذمہ داری اُٹھا سکتا ہوں۔ وقت کے ساتھ ساتھ مجھے زری سے محبت ہو گئی تھی۔ اور جس دن اُس نے پہلی دفعہ مجھے بابا کہہ کر بلایا تھا۔ آئی واز سپیچ لیس۔"

ہارون بڑی خوبصورتی سے مسکرا رہا تھا۔ اور وہ ایک دفعہ پھر جیسے بت بنی بیٹھی تھی۔ بنا آنکھ جھپکائے ہارون کو دیکھے جا رہی تھی۔ جیسے اُس کے سینگ نکل آئے ہوں۔

"میں نے گھر والوں کو اُس وقت تک زری کے بارے میں نہیں بتایا جب تک مجھے یہ یقین نہیں آ گیا کہ آیا اگر کل کو میری اپنی اولاد ہوتی ہے تو کیا زری تب بھی مجھے اتنی ہی عزیز ہو گی۔ اور یہ خیال مجھے بہت بے چین رکھتا تھا کہ اگر کل کو میری بیوی نے زری کو قبول نہ کیا تو؟؟ جب میں نے زری کا گھر پہ بتایا وہ لوگ یہی سمجھے میں نے شادی کر لی جو کہ ناکام بھی ہو چکی ہے۔ میں نے کسی کی غلط فہمی دور نہیں کی چاہے کوئی جو بھی میرے بارے میں غلط یا صحیح قیاس آرائیاں کرتا رہے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زری میری ہی بیٹی ہے۔ میرے نام سے جانی جائے گی۔ میں نے اسکی ماں اور بائیولوجیکل باپ دونوں کے گھر والوں سے ریٹن اگریمنٹ لیا ہوا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی کبھی بھی میرے سامنے دعویدار بن کے نہیں آ سکتے۔

اللہ کے بعد آج تم اس راز سے واقف ہوئی ہو۔ اور تمہارے بارے میں مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ میرے لئے ہی بنائی گئی ہو۔ تو آج یہاں موجود نہ ہوتیں۔ اور اگر مجھے لگتا کہ میرے راز کی امین ثابت نہ ہوگی۔ تو تمہیں یہ سب کبھی نہ بتاتا۔ تمہارے بارے میں جاننے کے بعد مجھے یقین ہوا تھا کہ کیوں اللہ نے زری کے لئے مجھے چنا کیونکہ اللہ نے میرے لئے تمہیں چنا ہوا تھا۔"

شانزے کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر بہتے جا رہے تھے۔ ہارون کے چہرے پہ وہی دلفریب مسکراہٹ تھی۔ وہ اُٹھ کر سیدھا ہو بیٹھا۔ شانزے کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔ وہ مسلسل آنسو بہائے جا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔ شانزے نے اپنے ہاتھ اُسکی گرفت سے کھینچے اور اُٹھ کر بیڈ سے دور ہٹ کر ایک کرسی پہ بیٹھ گئی۔

"میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ تم نے ہر بات کلیئر کر دی۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم نے جو بھی کہا بالکل سچ کہا ہوگا۔" بیڈ کی پٹی پہ اپنے دونوں بازوؤں پہ بوجھ ڈالے تھوڑا سا آگے کو جھک کر بیٹھا وہ پوری توجہ سے شانزے کے الفاظ سن رہا تھا۔

"مجھے تمہارے بھائیوں بھابھی اور والدہ کی وفات کا دلی افسوس ہوا ہے۔ اور میری ہمیشہ اُنکے لیے دعا رہے گی۔" وہ ہارون کی نظروں کی تپش محسوس کر سکتی تھی۔ اسلئے اُسکے ساتھ نظر ملانے کی غلطی وہ نہیں کر رہی تھی۔ نظریں گود میں رکھے ہاتھوں پر جما رکھیں تھیں۔

اور ہارون کی آنکھوں میں اب اُلجھن ناچ رہی تھی۔ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے سامنے بیٹھی عورت کے ذہن و دل میں اتر کر دیکھتا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔ اُسکے انداز سے وہ یہ تو جان گیا تھا کہ کوئی فیصلہ سنانے جا رہی ہے۔ مگر اُسے ایسا کوئی چھو منتر نہیں آتا تھا کہ جسے پڑھ کر وہ فیصلہ اپنے حق میں کروا سکتا۔ دل میں یہ بھی خیال آیا کہ کون کہتا ہے عورت کمزور ہوتی ہے؟ سامنے بیٹھی عورت بغیر کسی ہتھیار کے مجھے ناکوں چنے چبوا سکتی ہے۔ وہ اپنی کہے بغیر چپ ہونے والی نہیں تھی۔ اس لیے اُسے لگا کہ خاموشی سے سننا ہی بہتر ہے۔ ویسے بھی اب وہ اُسکی کھلے دل سے تعریف کر رہی تھی۔

"ابھی جو کچھ تم نے اپنے بارے میں بتایا ہے بہت متاثر کن ہے۔ اور جو کچھ تم نے ......" گلے میں

پڑنے والی گرہ نے بات مکمل نہ ہونے دی۔ آنسو پھر سے نکلنے کو بے تاب تھے۔ گلا صاف کرتے ہوئے بولی۔" معاف کرنا مگر جو کچھ تم نے زری کے لیے کیا ہے۔ مجھے تو تصور کر کے ہی رونا آ رہا ہے۔ کہ کیسے تم نے چند ماہ کی بچی کے لیے اپنی زندگی میں اتنی بڑی تبدیلی پیدا کی اس کے لیے کھڑے ہوئے۔ ایسا تو کوئی انسان اپنی خود کی اولاد کے لئے بھی کم ہی کرتا ہوگا جو تم نے ایک غیر کے ساتھ کیا۔"

"شانزے لوگ تو دوسروں کے بچے کی خاطر اپنے نکاح تک ختم کر دیتے ہیں۔ میں نے تو صرف ایک بچی کو پالا ہے۔ اُسکی خاطر کسی کو چھوڑا تو نہیں۔"

وہ اسکی بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اسلیے بولی" جسکا تم اشارہ دے رہے ہو نا وہ میری بہن کا بیٹا تھا۔ کسی غیر اہم دوست کا بچہ نہ تھا۔"

وہ اسکی بات سے اختلاف کرتے ہوئے گویا ہوا" ایم آئی شانزے اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کون اور کس کا بچہ، بچہ تو بچہ ہے۔ اور مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ میرا خون نہیں ہے"

اس نے ایک لمبے کو سر اُٹھا کر ہارون کی آنکھوں میں دیکھا جہاں اس لمحے گہری سنجیدگی تھی۔ اور بولی" یہی سب سے خوبصورت بات ہے۔ تم جانتے نہیں ہو ہارون کہ میری ماں نے میرے لیے کتنے رشتے ڈھونڈے ہیں۔ ہر دفعہ چھٹی پہ جب میں گھر گئی ہوں۔ رشتے کے لیے مجھے دیکھنے والی ایک دو فیملیز تو ضرور انوائیٹ ہوتی تھیں۔ اور اپنی ماں کے ساتھ ان گورے سالوں میں میری مسلسل ایک جنگ رہی ہے۔ اُنکی بس ایک ہی رٹ تھی کہ میں شادی کر لوں۔ اور میں انہیں سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھی کہ ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ کوئی مرد اتنے اعلیٰ اخلاق کا نہیں ملے گا۔ خاص کر ہمارے معاشرے میں کہ جو مجھے میری اولاد سمیت قبول کرے۔ اُسے میری اولاد کے ساتھ پیار نہ سہی پر اچھے سلوک سے پیش آنا ہو گا۔ اور اگر بائے چانس کوئی مائی کا لال آگے آ بھی جاتا تو ہماری فیملیز میں ہی بہت سے مین میخ نکالنے والے موجود ہوتے ہیں۔"

"پر تم بھول رہی ہو ایر ایم تمہاری اپنی اولاد نہیں"

"ہاں نا اور یہ بات اس سارے معاملے کو اور بھی پیچیدہ بناتی ہے۔ کہ میں اپنے شوہر پہ کسی اور کے بچے کو اہمیت دوں سمجھ رہے ہو میری بات؟؟ مرد تو ہوتا ہی پوزیسو! اسی لئے جب بھی کوئی آیا میں نے ہر بات کلیر کٹ

بتائی۔ اور میری خوش بختی کے وہ لوگ واپس نہیں آئے۔ امی کو میں نے بڑے دھڑنے سے چیلنج کیا ہوا تھا۔ کہ نے آئیں کوئی ایسا بندہ جو میرے بارے میں سب جانتے ہوئے مجھ سے شادی کرے۔ یہ شرطیں نہیں تھیں۔ یہ میں نے اپنے تحفظ میں قلعہ تعمیر کیا ہوا تھا۔ اور مجھے پورا یقین تھا کہ ایسا میری زندگی میں کوئی نہیں آنے والا۔ اور میرا سارا سکون اطمینان امی کی کال نے غارت کر دیا۔" اس دفعہ اس نے ہنستے ہوئے نظر اٹھا کر ہارون کی جانب دیکھا۔ جو اسی سنجیدگی سے اسے سن رہا تھا۔ نظریں شانزے کے چہرے پہ گڑی ہوئی تھیں۔

"اماں کو آخر کار ایسا امیدوار مل گیا تھا۔ جس کو میری ہر شرط منظور تھی۔ نہ اسے میری اولاد سے کوئی مسئلہ تھا۔ نہ میری نوکری نہ عمر سے۔ میں حیران رہ گئی۔ کہ واقعی معجزے اسی دنیا میں ہوتے ہیں۔ اور پھر سب کچھ اتنی جلدی اور اس خوش اسلوبی سے ہوا کہ مجھے لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ سب سچ ہے۔ مگر میری فیملی خوش تھی۔ جو ایک چیز اس سارے قصے میں خوش آئند تھی۔ وہ یہی کہ اماں بہت خوش جیسے قارون کا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہو۔ بیٹی اتنا بڑا بوجھ سر سے اٹھنے کی اتنی خوشی کہ یہ بھی غور نہ کیا کہ ہونے والے داماد کو آنکی بیٹی سے زیادہ بیٹی کے بچے میں دلچسپی ہے۔ اُسکے ساتھ ٹائم گوارا جا رہا ہے۔ اور بیٹی کو سسرال والوں کا ایک بھی فرد دیکھنے نہیں آیا۔"

اب وہ آنکھوں میں چیلنج لیے ہارون کی نظروں میں پوری سنجیدگی سے دیکھ رہی تھی۔ جواب میں ہارون نے ایک لمحے کو بھی آنکھ نہیں جھپکائی۔ شانزے کو ہی نظریں پھیرنی پڑیں۔

"تو ہارون بخت جب میں نے نکاح نامے پہ سائن کیے تھے۔ مجھے صرف ایک فیصد امید تھی۔ کہ شائد میری ماں کی دعاؤں سے یہ رشتہ کامیاب ہو جائے صرف ایک فیصد امید تھی۔ اور ننانوے فیصد یقین تھا کہ جیسے جلدی جلدی میں یہ سب ہوا ہے ویسے ہی ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم لوگ اتنے خوش قسمت نہیں کہ معجزات کا شکار ہوں۔ تمہارے گھر میں تمہاری فیملی کو دیکھنے کے بعد میرے سارے شک سچ ثابت ہو گئے۔ اور جو تھوڑی سی امید تھی وہ بھی مر گئی۔"

"شانزے تم.........۔"

شانزے نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا۔ "میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے ہارون پلیز پہلے میری پوری بات سن لو۔۔۔" ہارون کی نظروں میں ہلکی سی ناراضگی اور غصہ چھلک رہا تھا۔ "ابراہیم گیارہ سال کا ہو گیا ہے

ہارون۔۔۔اور اگر کوئی مصروف بھی ہو تو اتنا تو مصروف نہیں نہ ہوتا کہ اُسے ایک لمحے کا بھی وقت نہ ملا ہو کہ وہ اپنے کسی عزیز کی خیریت جان سکے۔ چلو جا کر حال نہ پوچھتے کم از کم ایک فون تو کیا ہوتا۔ تم مصروف تھے تو تمہاری فیملی کا کوئی اور فرد یہ زحمت گوارا کر لیتا۔ مگر نہیں ہارون ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور اب گیارہ سالوں بعد تمہیں اسکی اتنی فکر ستائی ہے کہ اُسے پانے کے لیے اُسکی سوکال ماں سے شادی کو بھی تیار ہو گئے۔"

"شانزے میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ کہ یہ شادی میں نے ابراہیم کی وجہ سے نہیں کی۔۔۔۔!"

"سیریسلی ہارون۔۔؟ کیا یہ میری شکل پہ لکھا ہوا ہے کہ میں ایک بیوقوف عورت ہوں؟ کیونکہ جہاں تک میری یادداشت ہے۔ یہ ہم دونوں کی پہلی دن ٹو دن ملاقات ہے۔ اور تم یہ دعویٰ کر رہے ہو کہ میں تمہیں پسند ہوں۔ اور اسی پسند کی بنیاد پہ یہ شادی ہوئی ہے۔ تو تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ کیونکہ نہ میں کسی پرستان کی پری ہوں نہ تم کہیں کے ہیرو۔۔۔ تو اس لیے یہ پسند وسند اور ایسے سارے نخرے اُٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دو مجھ پہ اثر کرنے والے نہیں۔" وہ پورے اعتماد کے ساتھ ہارون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہی تھی۔

"اور اب آخری بات۔۔۔ جو کہ ایک حقیقت ہے۔ جسے تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتی ہوں۔ نہ صرف جانتے ہیں، بلکہ بڑی اچھی طرح جانتے ہیں، کہ ابراہیم کروڑوں کی جائیداد کا مالک ہے۔ اسکوائر پورٹ پہ دیکھ کر تمہارے اندر تو الارم بجے ہونگے ناں کہ ماشاءاللہ جوان ہو رہا ہے۔ ایک دن اپنی وراثت کا حق لینے آ سکتا ہے۔ اور اس صورت میں جس جائیداد پہ تمہارا قبضہ ہے وہ چھوڑنی پڑتی۔ تم نے سارے مسئلے کا ایک آسان حل نکال کر حل کر دیا۔ کوئی اندھا بھی ہوتا تو بھی جان جاتا صرف میری فیملی ہی اندھوں سے بھی گئی گزری نکلی۔ جو سب کچھ نظر انداز کر کے تمہارے جال میں آ گئے۔"

وہ اسی اطمینان سے بیٹھا سنتا رہا پر جب شانزے نے اُسکی آنکھوں میں دیکھا تو شعلے نکلتے محسوس ہوئے۔ شانزے کے لبوں پہ طنزیہ ہنسی اُبھری جیسے کہہ رہی ہو (دیکھا سچ سننا کتنا تکلیف دہ ہے)۔

وہ بڑی گریس سے اپنی جگہ چھوڑ کر درمیانی فاصلہ کم کرتا شانزے کے بہت قریب آ کر کھڑا ہوا۔ پھر شانزے کو کندھے سے تھام کر اپنے برابر کھڑا کیا۔ اور مزید کچھ کہنے سننے کا موقع دیئے بغیر اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے ہالے میں لیکر اونچا کرنے کے بعد اپنے ہونٹ شانزے کے لبوں سے مس کیے۔ اور بغیر وقفے کے جب

دوسری دفعہ وہی عمل دہرایا تو شانزے کو سارا کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اپنے سارے جذبات اُس ایک عمل کے ذریعے اُس تک پہنچا گیا تھا۔ جب ہارون نے اپنا سر اوپر اٹھا کر نیچے شانزے کی جانب دیکھا۔ جو نہ کہ صرف حیرت سے پھٹی آنکھوں سے اُسے گھور رہی تھی بلکہ خود کو گرنے سے بچانے کے لئے ہارون کی قمیض کا دامن سامنے سے تھام رکھا تھا۔ ایک بڑی پیاری مسکراہٹ ہارون کی آنکھوں اور لبوں پہ کھیل رہی تھی۔

''مسز ہارون بخت مانا کہ تم بولتے میں بہت پیاری لگتی ہو۔ مگر اس وقت یوں خاموش کھڑی غضب ڈھا رہی ہو۔''

شانزے کو اپنے جذبات ظاہر کرنے کو الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ بلکہ الفاظ رہے ہی کب تھے۔ اُس نے ہارون سے دور ہٹنا چاہا۔ جس پہ ہارون نے اُسے خود کے اور قریب کر لیا۔ ''میں نے سُنا تھا کہ بہت خطرناک بولتی ہو اب دیکھ بھی لیا۔ شانزے تم میرے ساتھ نہیں رہنا چاہو تو ٹھیک ہے۔ میں تمہیں مجبور نہیں کرونگا۔ تمہاری چاہت کے خلاف تمہیں اپنے ساتھ باندھ کر رکھنا میرا خیال ہے کہ میری توہین ہی ہوگی۔ مگر اس طرح سے تمہیں خود سے دور جانے بھی نہیں دونگا یہ بھی میری کم ہمتی ہوگی۔ اسلیے تمہیں مجھے اور اپنے آپ کو کچھ وقت دینا ہوگا۔ میں تمہیں جان گیا ہوں۔ تمہیں اپنی رضا اور پوری دلی آمادگی سے قبول کر چکا ہوں۔ مجھے اب کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مگر تم مجھے سرے سے جانتی ہی نہیں ہو۔ مجھے جاننے کے لیے ضروری ہے کہ تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارو اُس کے بعد تم جو فیصلہ کرو گی۔ میں اِک حرف کہے بغیر اُسے قبول کرونگا۔''

شانزے نے اُسے خود سے دور دھکیلا'' صدقے جاؤں مسٹر چارمنگ تمہیں نہیں لگتا کہ بہت جلد ہوش میں آگئے ہو۔ جو باتیں نکاح سے پہلے کہنی چاہیے تھیں۔ وہ اب کہہ رہے ہو۔''

''نکاح سے پہلے میں تمہیں اپنی بانہوں میں بھر کر وہ سب محسوس نہیں کروا سکتا تھا جو اب کروا سکتا ہوں۔ اُس صورت میں تم سے دو گز کے فاصلے پہ کھڑے ہو کر مجھے نظریں نیچی رکھ کر تمہیں وجوہات پیش کرنی پڑتیں جنہیں سنے بغیر تم بڑی آسانی سے لپیٹ کر دشت بن میں پھینک کر آگے بڑھ جاتیں۔ اور میں نہ جانے کتنے سال خوار ہوتا صرف یہ پروف کرنے میں کہ اللہ کی بندی ہمارا مستقبل اکٹھا ہے۔''

شانزے کی شکل پہ لکھا تھا کہ وہ ہارون کی کسی بات سے متفق نہ ہوئی تھی۔ ''تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے ہارون

کہ میں تمہارے ساتھ وقت گزار کر تمہیں سمجھنے کے بعد بھی تمہارے ساتھ رہوں گی؟؟"

"ظاہری بات ہے جو الزامات تم مجھ پہ لگا رہی ہو۔ جب ان سے مجھے بری پاؤ گی تو مجھے چھوڑ کر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔"

"ہارون تمہاری خوش فہمی کی عمارت حد سے زیادہ اونچی ہے"

"شانزے اگر یہ میری خوش فہمی بھی ہوئی ناں تو اس عمارت کے نیچے بنیاد میری نیک نیتی کی ہے۔ یہ عمارت گرنے نہیں گی۔"

"اوہ۔۔۔!! یہ بات؟؟" شانزے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔

"ہاں بالکل یہی بات۔۔" ہارون کی آنکھوں میں بڑی شرارتی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ شانزے اس کے خوبصورت توانا چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے یہ بات ماننے سے بالکل انکاری نہیں تھی کہ یہ آدمی بہت سی لڑکیوں کا خواب ضرور رہو گا۔

"بات سنو میں تمہیں ایک پرپوزل دیتا ہوں۔"

"کیسا پرپوزل؟"

"سات دن۔۔۔!! تم اگلے سات دن میرے ساتھ چلو اگر ان دونوں میں تمہاری رائے اپنے بارے میں بدلنے میں ناکام رہا تو تم بالکل آزاد ہو گی۔"

"تمہارے ساتھ کہاں جاؤں؟"

"کہیں بھی۔۔۔۔۔ وہیں چلتے ہیں۔ پھر آگے کہیں اور بھی نکل جائیں گے۔"

شانزے نے اپنے دونوں بازو سینے پہ باندھتے ہوئے ہارون کو دیکھا جو کہ صوفے پہ براجمان ہو چکا تھا۔"

اگر میں تمہارا پرپوزل ٹھکرا دوں تو؟؟"

اس کے سوال پہ ہارون نے بھنویں اٹھا کر کندھے اچکائے۔ "پھر ہمیں تھوڑا لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟۔۔۔۔۔"

"مطلب یہ کہ تمہیں اسی گھر میں رہنا پڑے گا۔ کہیں آنے جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جب تک کہ تم مجھے

خوشی سے قبول نہ کرلو۔ چاہے اُس میں سات سال لگیں سات مہینے یا دو دن مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

شانزے نے اپنی آنکھیں گھمائیں اور ہارون کو گھورا۔ "تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ تم مجھ جیسی لڑکی کو اس گھر میں زیرِ حراست رکھنے کی بات کر رہے ہو۔ تمہیں میں اتنی بے بس نظر آتی ہوں کیا کہ اتنی آسانی سے تم مجھ پہ ایسا ظلم کر کے زندہ بچ جاؤ گے۔"

ہارون نے سر اُٹھا کر پیچھے کو گرایا اور اونچی آواز میں بھرپور قہقہہ گونج گیا۔ "شانزے یہ بات کر کے تم نے میری بیوی ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔ ویسے تم ڈر کیوں رہی ہو؟"

"ڈرتی ہے میری جوتی......"

"اگر ڈرتی نہیں ہو تو میرے ساتھ جانے میں کیا مسئلہ ہے؟ ہار جانے کے علاوہ بھلا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

چند لمحوں تک دونوں ایک دوسرے کو بڑی سنجیدگی سے دیکھتے رہے۔ شانزے نے سرگوشی کی "سات دن؟"

"ہاں سات دن اس سے زیادہ نہیں۔"

ہارون کے جواب پہ اُس نے اگلا سوال کیا۔ "کب جانا ہے؟"

ہارون کے لب پھیل گئے۔ "اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو کل ہی......"

"چلو ٹھیک ہے۔" شانزے نے جیسے کوئی چیلنج قبول کیا۔ چہرے پہ بھرپور سنجیدگی تھی۔ "جہاں جانا ہے وہاں کے موسم وغیرہ کا بتا دینا تا کہ میں بچوں کی پیکنگ اُسی لحاظ سے کروں۔..." شانزے نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر بیڈ پہ پڑا کمبل درست کیا۔

"بچے ہمارے ساتھ نہیں جائیں گے۔" شانزے حیرت سے کھلے منہ سمیت ہارون کی طرف مڑی۔ جو کہ بڑے سکون میں بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں ٹانگیں آگے کو پھیلائے۔ دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھے ہوئے تھے۔

"تم جس طرح کل اپنی بیٹی کو یہاں اجنبیوں کے درمیان اکیلا چھوڑ کر گئے تھے۔ اس تناظر میں تمہاری یہ بات مجھے بالکل بھی عجیب نہیں لگی۔ تم ایک انتہائی لاپرواہ قسم کے باپ ہو۔ مگر میں تم جیسی ہرگز نہیں ہوں۔ میں نے آج تک اپنے بچے کو ایک رات بھی خود سے دور نہیں کیا۔ میں تمہارے ساتھ اُسی صورت میں جا رہی ہوں اگر بچے ساتھ آئیں۔ ورنہ میری طرف سے نہ ہے۔" وہ غصے سے دوبارہ دھڑام کر کے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"کوئی مسئلہ ہی نہیں نہ جاؤ۔کل میں ابراہیم اور روزی کو گھومنے جاؤں گا، رہنا اکیلی ہمارے بغیر۔"

ہارون کے اطمینان پہ شانزے کا جی چاہا کھینچ کا منہ توڑ لے۔ کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔"پتا کیا؟؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے جب تم اپنے بارے میں بتا رہے تھے ناں۔تو میرے دل میں تمہارے لئے ایک نرم گوشہ پیدا ہوا تھا۔کچھ لمحوں کے لئے میں یہ سوچنے پہ مجبور ہو گئی تھی کہ تم ایک اچھے انسان ہو۔مگر بہت جلد ہی تم نے میری غلط فہمی دور کر دی۔تم ایک انتہائی درجے کے خود غرض انسان ہو۔ مجھے تم سے شدید نفرت محسوس ہو رہی ہے۔"

سر کے پیچھے باندھے بازوؤں کھول کر آگے کو سیدھا ہو بیٹھا۔"میری ایک بات غور سے سنو کیونکہ دوبارہ نہیں بولوں گا۔جس عورت کے ساتھ میں نے اپنی ساری زندگی گزارنی ہے۔ اُسکے ساتھ وفادار رہنا ہے۔ اُسکا اور اُسکے بچوں کا ہر طرح سے خیال کرنا ہے۔ ہر دکھ سکھ میں اچھے بُرے وقت میں بیماری یا تندرستی میں اُسکے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔تو اللہ کی بندی یہ میرا حق ہے کہ مجھے بھی معلوم ہو کہ اس عورت کے لیے میری کیا اہمیت ہے۔ اُسکے دل میں میرا کیا مقام ہے۔ وہ میرے لیے کس انداز سے سوچتی ہے۔ میں اپنی ساری زندگی رہن رکھ کر بدلے میں تم سے صرف سات دن مانگ رہا ہوں۔تم انکار نہیں کرو گی۔ اور اس موضوع پہ ہم لوگ مزید بحث نہیں کر رہے۔"

وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا بیڈ سائیڈ سے اپنے سلیپر نکال کر پہنے۔"کل اس وقت ہماری فلائیٹ ہو گی۔ صبح ساری فیملی ادھر آ جائے گی۔تو شانزے تھوڑی دیر کے لئے سب بھلا دو کہ تم سسرال میں ہو، شوہر پسند نہیں اُسکے گھر والوں کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی سب۔۔۔۔ سارے حقی اچھے یا بُرے سب جذبات ایک طرف رکھ کر ان لوگوں کے ساتھ اپنے حقیقی اخلاق کا مظاہرہ کرنا۔ وہی اخلاق جس نے ائرپورٹ پہ ایک اجنبی بچی کی بد بو دار چیز بدلوائی۔ سچ بتانا کتنے لوگوں کو جانتی ہو جو ایسا کوئی عمل کر سکتے ہیں؟ میں نے اپنے سب جاننے والوں کی لسٹ چھانی ہے کوئی ایسا یا ایسی نظر نہیں آئی۔ آئی ہیو ٹو سے آئی لو یور انٹر یجوئٹی۔۔۔۔ اور جو بھی غصہ و نفرت ہو اُسکے لیے بندہ حاضر ہے۔۔۔۔"وہ شانزے کے سامنے ادا سے جھکا۔۔۔۔۔ اور سیدھا ہو کر دروازے کی جانب بڑھا۔

شانزے نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھاما۔۔۔ پھر جاتے ہوئے ہارون کو مخاطب کیا۔"تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا پڑے گا۔"

"جی فرمائیے؟" ہاتھ ہینڈل پہ تھا۔ رُخ شانزے کی جانب موڑا۔۔۔۔۔

"میری غیر موجودگی میں ابراہیم کا بھرپور خیال رکھا جائیگا۔ اور وہ ہر طرح سے محفوظ رہے گا۔ اور دوسرا یہ کہ اس وقت میں تمہاری بات مان رہی ہوں تمہیں بھی مرد ہونے کا ثبوت دینا ہوگا کہ واپس آکر جو میں چاہوں گی تم بھی وہی فیصلہ قبول کرو گے۔"

وہ کچھ پل اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا اور مضبوط آواز میں بولا۔۔۔۔۔۔"ابراہیم کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔وہ خوش رہے گا۔۔۔ اور دوسرا اگر اپنے قول سے پھر جاؤں تو لعنت بھیج دینا۔۔۔۔ اگر کہو گی تو واپسی کی ٹکٹ اسلام آباد کی کروا دونگا۔ شب بخیر۔۔۔"

اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا وہاں سے چلا گیا۔ شانزے نے اپنے گھومتے ہوئے سر کو تھاما اور گرنے کے سے انداز میں بیڈ کی نرماہٹ میں خود کو دفن کرلیا۔

☆......☆......☆

کمرے میں نیم تاریکی دیکھ کر ابھی رات کا وقت ہی معلوم ہو رہا تھا۔ باہر سے بہت سی آوازیں آرہی تھیں۔ مگر اسکی آنکھ کھلنے کا سبب وہ آوازیں نہیں بلکہ اسکے قریب ابھرنے والی سرگوشی تھی۔ نرم سی چھوٹی چھوٹی ہتھیلیوں کا لمس کبھی اسکی پیشانی پہ جا لگتا کبھی گالوں پہ اسکی ناک کی نوک پہ کبھی چہرے پہ آئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے۔۔۔۔

"ممی۔۔؟؟ ممی اٹھ جائیں۔"

دو تین سیکنڈ تو پوری آنکھیں کھول کر اس نے اندھیرے کو گھورا۔۔۔ اسکو ممی کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا۔ اور جہاں تک یاد پڑتا ہے ابراہیم کے ہاتھ تو بہت بڑے ہیں انکی نسبت جو ابھی اسکو چھو رہے تھے۔۔۔ فوراً سے ہاتھ بڑھا کر لیمپ آن کیا۔ گردن گھما کر اپنے پہلو میں دیکھا تو وہاں وہی بیٹھی ہوئی تھی۔۔ نیلی آنکھوں والی کانچ کی گڑیا۔۔۔۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی گئیں۔۔ جب شانزے بولی تب احساس ہوا سانس روکے ہوئی تھی۔۔

"ابھی تم نے کیا بولا۔۔؟"

"میں نے بولا تھا ممی اٹھ جاؤ۔۔۔"

شانزے اتنی دہشت زدہ ہوئی اٹھ کر بیٹھی۔ گہرا سانس خارج کرتے ہوئے کانچ کی گڑیا کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اور غور سے دیکھا۔ سنہرے ریشم کے دھاگوں سے نرم کرلوں والے بال دو پونیو میں قید تھے جن پہ سلور

ربن بندھا ہوا تھا۔اس نے سلور اور سفید رنگ کا ننھی فراک پہن رکھا تھا۔۔۔۔۔

"آ۔۔۔۔" شانزے کو اپنا گلا بالکل خشک محسوس ہوا۔۔"زری آپ نے مجھے ممی کیوں بلایا۔۔۔؟" اُس نے اپنی ساری عمر میں کبھی خود کو اتنا بے اعتماد نہیں پایا تھا۔آج ایک ڈھائی تین سال کی بچی پسینے چھڑوا گئی تھی۔

"کیونکہ آپ ممی ہو۔۔"

"آپ سے کس نے کہا کہ میں ممی ہوں۔۔۔۔؟"

نیلی آنکھوں والی مُسکرائی۔۔۔"مجھے بابا نے بتایا ہے۔۔"

شانزے نے دانت پیس لیے ۔۔۔۔۔۔۔(کمینہ بڑی چال چل گیا۔جو یہ کہہ رہا تھا کہ تمہیں جان چکا ہوں تو اس نے سچ ہی بکا تھا اتنی معصوم اور میٹھی چھری سے کاٹ رہا ہے کہ بندہ کنفیوز ہی رہے رونا ہے کہ ہنسنا۔ ۔۔۔)۔۔۔پھر بھی اُس نے ہاتھ پاؤں مارنے چاہے۔۔۔"زری بیٹا بابا نے مذاق کیا ہوگا۔۔۔"

زری نے گال پہ ہاتھ رکھا اور دوسرے ہاتھ سے شانزے کی ناک چھوتے ہوئے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔

شانزے نے پھر ہمت کی۔۔۔"بابا جھوٹ بول رہے تھے۔۔"

ننھی پری کے چہرے پہ سوچ کی پرچھائیاں آ گئیں۔بڑے وثوق سے کہا۔"بابا جھوٹ نہیں بولتے۔۔۔"

(تم چھوٹی ہو تمہیں ابھی نہیں پتا جھوٹ چاہے نہ بولے پر کمینہ بلیک میل ضرور کرتا ہے۔۔تمہارا باپ خطرناک آدمی ہے)۔ شانزے نے زری کے اشارے پہ سائیڈ دراز کی جانب دیکھا۔تازہ گلاب کی کلیوں کا گلدستہ تھا۔

"ارے یہ کس نے ادھر رکھا۔؟" اُس نے گلدستہ ہاتھ میں لیکر سونگھا۔

"یہ میں آپ کے لئے لایا۔۔۔"

شانزے نم آنکھوں سے مسکرائی۔۔۔"آپ میرے لیے لایا؟۔۔"

"ہاں۔۔!! ساتھ میں کارڈ بھی ہے۔"

زری نے کارڈ شانزے کے سامنے کیا۔۔جسے اُس نے کھول کر دیکھا۔۔ ویلکم ہوم ممی۔۔!! کے آگے لو ہارٹ بنا ہوا تھا۔۔لکھائی تو کسی بڑے کی ہی تھی مگر لو ہارٹ یقیناً زری نے بنایا تھا۔۔کیونکہ ٹیڑھا میڑھا بنا ہوا تھا۔

"تھینک یو سوئیٹ میری جان۔۔!" شانزے نے اُسکے گال پہ پیار کر کے کس کے جپھی دیتے ہوئے اُسے گدگدایا۔۔۔ "دادی اماں اتنی سی ہو تم اور کام اتنے بڑے کرتی ہو دل چورنی۔۔۔!!!"

زری اور شانزے کے قہقہے دروازے کے باہر کھڑے ہارون کے کانوں تک بھی پہنچے تھے۔۔۔دونوں بازوں ہوا میں بلند کر کے بے آواز یس بول کر خود کو داد دی تھی۔۔۔واپس سیٹنگ روم کی طرف جاتے ہوئے دماغ میں شانزے ہی تھی۔۔۔(تمہیں چرانے کے لیے میرے پاس ایک سو ایک طریقے ہیں۔میرے سے دور کیسے جاؤ گی۔۔۔)

بیڈ سے اتر کر کھڑکیوں کے پردے ہٹائے ایک دم سے سارے کمرے کی لُک ہی بدل گئی۔سورج کی روشن کرنوں سے سارا کمرہ بھر گیا۔۔شانزے کے ساتھ ساتھ زری کی آنکھیں بھی چندھیا گئیں۔۔۔تب ہی وال کلاک نے جھٹکا لگایا جہاں ساڑھے بارہ ہو رہے تھے۔۔۔

"ہائے رے میں اتنی دیر پڑی سوتی رہی ہوں تم لوگوں نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں۔۔۔" زری بیچاری اتنی لمبی بات کا کیا جواب دیتی۔

"زری بیٹا ابراہیم کدھر ہے؟؟ اور یہ باہر سے کس کے بولنے کی آوازیں آرہی ہیں؟؟" وہ پٹہ شانے پہ ڈال کر اب جوتا تلاش ہو رہا تھا۔۔تب ہی دروازہ کھول کر ابراہیم اندر آیا۔۔۔

"میں ادھر ہوں اور باہر میرے پھوپھو اور دادا لوگ آئے ہوئے ہیں۔۔یہ سب تو چھوڑیں اوکا ڈمی آج آپکو ہو کیا گیا تھا۔۔؟" ابراہیم نے ماں کو کندھوں سے تھاما۔۔۔

"کیا مطلب بھئی۔۔۔؟"

"یعنی اب مطلب بھی میں بتاؤ آج آپ اتنا سوئی ہیں کہ اپنے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ چکی ہیں۔۔نانو کا فون آیا تھا بابا کے سیل پہ اُن کو میں نے بتایا کہ آپ ابھی تک سو رہی ہیں جبکہ تب ابھی صرف دس بجے تھے پر نانو کو یقین ہی نہیں آرہا تھا۔۔اب تب سے لیکر ہر آدھے گھنٹے بعد بابا کو کال آرہی ہے۔آپکی خیریت جاننے کے لیے۔۔۔"

"اُف یہ میری فیملی بھی ناں بھلا اگر مر جاؤ گی تو ان لوگوں کو اطلاع مل ہی جانی ہے ناں اب کیا ضرورت

ہے بار بار تمہارے دادا کو فون کھڑ کانے کی۔۔"

"دادا کو کسنے فون کیا۔؟؟۔۔"

"خود ہی تو کہہ رہے ہو نا تو کال رہی ہیں۔۔۔" الماری میں سے اپنے لئے کپڑوں کا انتخاب کرتے ہوئے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

جس پہ ابراہیم نے قہقہہ لگایا۔۔۔"می۔۔۔ آنا تو دادا کو تھوڑی ہی کال کر رہی ہیں۔۔ وہ تو بابا کو کر رہی ہیں۔" شانزے کے ہاتھ تھمے۔۔۔" کونسے بابا کو۔۔۔؟ غور سے ابراہیم کی نک سک تیاری اور خوشی سے روشن ہوتے چہرے کو دیکھا۔۔

"اپنے بابا می۔۔۔ سائیں ہارون بخت۔۔۔"

شانزے کا دل دھک سے رہ گیا۔۔ ابراہیم ڈریسنگ ٹیبل پہ چڑھ کر بیٹھا پرفیوم اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔۔ زری بیڈ پہ ٹانگیں لٹکائے بیٹھی پھولوں کی پتیوں سے کھیل رہی تھی۔۔ شانزے نے دونوں کو غور سے دیکھا۔" کیا تمہیں ہارون نے بولا ہے کہ اُسے بابا بلاؤ؟؟۔۔"

ابراہیم نے ماں کے پریشان چہرے کو دیکھا۔" دادا سائیں نے کہا ہے۔" اب اُسکے چہرے پہ بڑی شرارتی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔" ویسے بھی می اگر زری میری می کو اپنی می بولے گی تو میں اسکے بابا کو بابا کیوں نہیں بول سکتا۔۔ آفٹر آل ہی از یور ہزبنڈ۔۔۔!!"

"ہزبنڈ کے بچے بڑے تمہارے دانت نکل رہے ہیں۔ ذرا مجھے یہ مسئلے حل کر لینے دو پھر تمہاری خبر لیتی ہوں۔۔ ابھی زری کو باہر لے جاؤ میں شاور لیکر تیار ہو جاؤں پھر باہر آتی ہوں۔۔"

"جلدی آجائیں سب لوگ کب سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں تو اُٹھانے آنا چاہتا تھا پر بابا۔۔۔ میرا مطلب ہارون بابا نے منع کر دیا۔۔"

"میرے سامنے اگر اب تم نے اُس آدمی کو بابا بولا ناں تو ابھی جا کر اُسکا سر پھاڑ دوں گی۔۔۔!" غصے سے اُسکو ڈانٹتی کپڑوں کا ہینگر سینے سے لگائے شاور میں گھس گئی۔

☆۔۔۔۔☆۔۔۔۔☆

گہرے نیلے رنگ نیٹ کا لونگ فراک جسکے بین والے گلے کے گرد سرخ موتی اور نگوں کا دلکش سا کام ہوا تھا۔ چوڑی دار پجامے کے ساتھ سرخ ہی دوپٹہ اور پیروں میں سرخ کوٹ شوز۔ بالوں کو کھلا رکھ کر سیٹ کر لیا تھا۔ جیولری کے نام پہ کانوں میں چاندی کی جھمکیاں اور سرخ لپ سٹک کے ساتھ آنکھوں میں کاجل لگایا۔ تیاری پہ دوبارہ نظر ڈالے بغیر جلدی میں کمرے سے نکل آئی۔ جتنی تیزی سے وہ باہر آئی تھی۔ اتنی ہی تیزی سے اُسے وہیں روک دیا گیا تھا۔ اور جن ہستیوں نے یہ کام کیا تھا ان سے وہ شکل کیا نام کی حد تک بھی واقف نہ تھی۔۔۔ بس ایک دم سے شور ہی مچ گیا تھا۔ شانزے ممانی اُٹھ گئی ہیں۔۔۔!! اتنی بلند نعرہ تھا کہ ہو ہی نہیں سکتا کہ گلاب کھمن تک آواز نہ گئی ہو۔ دس بارہ سے بیس بائیس کے درمیان کی دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا۔ لڑکے کی شکل سے ہی لگ رہا تھا کہ بخت خاندان کا سپوت ہے کیونکہ اُسکی ناک۔ اور پیشانی ابراہیم اور ہارون جیسی ہی تھی۔

وہ شدید ترین کنفیوژن میں باری باری اُن سب کے چہرے دیکھ رہی تھی جو نہ جانے کب سے اُسکے کمرے کے باہر ڈیرہ ڈالے انتظار میں سوکھ رہے تھے۔۔۔

"اسلام علیکم شانزے ممانی۔۔۔!" اُن میں سے عمر میں جو سب سے بڑی لگ رہی تھی۔ اپنائیت سے بھرپور مسکراہٹ لیے آگے آئی۔

شانزے نے جواباً مسکراتے ہوئے نرمی سے اُسکا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔۔۔

"میں جانتی ہوں آپ ہم میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتی ہیں۔۔۔ اسلیے سب سے پہلے میں تعارف کرواتی ہوں۔ ہی مائے سیلف کجل یہ میری بہن ہے ماریہ۔ اور ہمارا ماریہ سے چھوٹا ایک بھائی ہے اریان جو کہ اُدھر سیٹنگ روم میں ابراہیم کے ساتھ مصروف ہے۔۔۔"

"کجل آپی ممانی کو یہ بھی تو بتاؤ نا کہ ہم اُنکے لگتے کیا ہیں۔" ماریہ نے پیچھے سے کجل کو ٹہوکا دیا۔۔

"جنگلی لڑکی صبر کرلو بتا رہی ہوں نا۔ ہماری ممی کا نام شگفتہ ہے اور وہ آپکی سب سے بڑی والی نند ہیں۔ اور یہ جو ہے نا۔۔۔" کجل نے ماریہ کے ساتھ کھڑے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ کرم الہی ہے بڑے ماموں کا بیٹا۔۔۔"

"اسلام علیکم اینڈ ویلکم ٹو دا فیملی۔" کرم نے شرمیلی سی مسکراہٹ سمیت ہاتھ ملایا۔ شانزے کو اُسکی مسکراہٹ

بڑی پیاری گی۔ "تھینک یو......"

"اور ممانی کرم سے بڑے چمن بھائی ہیں، وہ ماموں کو لینے گئے ہیں۔ لیں وہ آ گئے..."

اب ساری پارٹی شانزے کو بھول ہارون کے سر ہو گئی۔

"اتنی دیر لگاتے ہیں آفس سے نکلنے۔ میں ممانی کب کی یہاں کھڑی انتظار کر رہی ہیں۔" ماریہ نے گھر کا۔

شانزے تعجب سے سارا سین دیکھ رہی تھی۔

ہارون نے ایک نظر اپنے بھتیجے بھانجیوں پہ ڈالی پھر شانزے کو دیکھا... "ہاں تو تم لوگوں کو سیدھے سے کہنا چاہیے تھا نا کہ شانزے بلا رہی ہے۔ اسکے لیے تو میں اپنا ہر ضروری کام چھوڑ کر آ جاتا۔ البتہ تم لوگوں کے لیے میں اپنا غیر ضروری کام بھی نہ چھوڑوں۔"

سب سے زیادہ ماریہ کی شکل دیکھنے والی تھی۔ "ہائے ماموں آپ اتنی جلدی بدل گئے۔"

کمل نے بھی ہنسی روکتے ہوئے دہائی دی۔ شانزے کی نظر ہارون کے ساتھ آئے لڑکے پر پڑی جو کہ یقیناً چمن تھا۔ ہارون کی طرح کا ہی قد کاٹھ مگر جسم ہارون سے تھوڑا بھاری اور مونچھیں بھی بڑی تھیں۔ بالکل روایتی وڈیرہ لگ رہا تھا... چمن کی شانزے سے نظر ملی تو اس نے خوشدلی سے سر ہلا کر شانزے کو سلام کیا۔ اور ساتھ ہی کیمرے پہ اپنی گرفت کی۔

"چلیے ہارون صاحب ہماری بہن شانزے کے ساتھ کھڑے ہوں کیا یاد کریں گے ہم لوگ آپ کو یہ اعزاز دے رہے ہیں..."

چمن کی بات پہ شانزے کو حیرت ہوئی جسکا ہارون فوراً جواب دیا۔ "یہ مجھے چاچو کی بجائے اپنا بڑا بھائی بولتا ہے اسی لیے تمہیں بہن کہہ رہا ہے۔"

دونوں کو ایک ساتھ کھڑا کیا تو ہارون نے شانزے کا ہاتھ پکڑا جس پہ زبردست ہوٹنگ ہوئی۔ چمن وڈیو بنا رہا تھا باقی سارے باراتیوں کی شکل میں پیچھے آ رہے تھے۔ جب یہ لوگ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ ہر جانب سے سرخ پتیوں کی برسات ہوئی۔ تیز روشنیوں کی مدد سے پروفیشنل فوٹوگرافر کھٹ کھٹ فلیش مارے جا رہا تھا۔ ان ایکسپیکٹڈ سا استقبال تھا۔ شانزے کو اندازہ نہ تھا کہ ایسا کوئی سین پلان کیا گیا ہے۔ وہاں سبھی موجود

تھے۔ ہارون کی بہنیں، بہنوئی بھابھی اور ابا..... اپنی کیفیت اور بے دلی کو ایک طرف کر کے شانزے نے سلام میں پہل کی دوسری طرف سے تو سب صدقے واری ہو رہی تھیں۔۔۔۔

"سوری میری آنکھ دیر سے کھلی۔۔۔"

شانزے کی بات پہ بڑی نند اور بھابھی نے بڑی شفقت سے ٹوکا "نہ بالکل نہیں سوری کس بات کا۔۔"

بھابھی نے باری باری سب کا تعارف دیا۔ آخر میں ہارون نے اپنے والد صاحب کی جانب شانزے کی توجہ کروائی۔ اک پل کو رک کر شانزے نے بڑی گہری نظروں سے ہارون کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ اور آگے بڑھ کر اسکے بابا سائیں کے سامنے جھکی وہ شانزے نہیں جھکی تھی بلکہ انا جھکی تھی۔ تکلیف بھی اسی حساب سے ہوئی تھی۔

بابا سائیں نے بہت چاہت سے اسکے سر پہ پیار دے کر دعا تو دی ہی اور ساتھ میں ایک باکس اسکے حوالے کیا۔

اسکی ہچکچاہٹ پہ انہوں نے اصرار کیا "رکھ لو بیٹے یہ میری طرف سے تمہاری منہ دکھائی ہے۔" اس نے مزید کچھ کہے بغیر جیولری باکس تھام لیا۔

دونوں کو ایک ساتھ صوفے پہ بیٹھا کر سب بچوں بڑوں نے باری باری دونوں کے ساتھ بہت سی تصویریں بنوائیں۔ اور سب نے ہی شانزے کو گفٹس دیے۔ حتیٰ کہ ابراہیم اور زوی کو بھی گفٹ ملے جس بات پہ ہارون نے کھلا احتجاج کیا۔۔

"ارتضیٰ بھائی۔۔۔ یار بے وفائی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے" وہ اپنے بڑے بہنوئی سے مخاطب تھا۔ "چلو بہنیں بھابھی تو ٹھیک مگر یہ بچہ پارٹی اس قدر بے مروت ہو گی یار امید بھی نہ تھی۔۔۔"

ماریہ گول مٹول سی بڑی معصوم شکل کی لڑکی تھی۔ فوراً ہارون کے گلے میں باہیں ڈال لیں۔ "رونددو ماموں یو سی شانزے ممانی از سو کیوٹ۔۔۔" (ماموں آپ نے دیکھا شانزے ممانی کتنی کیوٹ ہیں۔۔)

جواب میں ہارون نے قہقہہ مارا۔۔۔ "مائے لوآئی ریئلی وانٹ ٹو سی اگیر۔ لکی ہاؤ کیوٹ شی از اف اونلی شی لیٹس ی سی ہر سیلف (میری جان میں تو خود دیکھنا چاہتا ہوں، کہ آخر یہ کتنی پیاری ہے پر اگر وہ مجھے خود کو دیکھنے کی اجازت دے تو تب نا)۔

"جھوٹ مت بولیں کب سے انہیں دیکھ رہے ہیں۔"

"اچھا تم میری نگرانی کر رہی ہو؟"

"بڑے بھائی ماریہ آپکی نہیں شانزے بھابھی کی نگرانی کر رہی ہے۔"

چمن کی بات پہ ہارون نے اُسے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "او یار یہ تو پہلے ہی میرے قابو سے باہر ہے۔ تم لوگوں کو اسکی نہیں بلکہ میری نگرانی کرنی چاہئے بہت خطرناک عورت سے واسطہ پڑا ہے" سب ہی اُسکی بات کو انجوائے کرتے ہوئے ہنس رہے تھے۔

"وڈیرہ سائیں آخر تمہاری بیوی ہے۔ تم ہمیں نہ بھی بتاؤ ہم ویسے ہی جانتے ہیں۔ کیونکہ تمہارے ساتھ کسی دل گردے والی کا ہی گزارہ ہو سکتا ہے۔"

"ایک بات ہے بھائی تمہاری پسند مجھے تو دل و جان سے پسند آئی ہے بونس میں جان سے پیارا بھتیجا بھی مل گیا ہے۔" ہارون سے چھوٹی کشمالہ کی بات پر شانزے نے ایک نظر اسکی طرف دیکھا جو مسکرانی نظروں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

اسی طرح باتوں اور شرارتوں کے دوران دوپہر کا کھانا کھایا گیا۔ نوکر جا کر سارے واپس آ کر اپنا کام سنبھال چکے تھے۔ انہوں نے ہی کھانا بنایا لگایا گھر کی خواتین ٹینشن فری ہو کر شانزے کے ساتھ گپیں لگاتی رہیں۔ گروپس فوٹو ترا ترتے رہے۔ ہارون شانزے ابراہیم اور زری کی اکیلے میں ساتھ بہت سی تصویریں بنیں۔ فوٹو گرافر کی مرضی کے پوز بناتے ہوئے شانزے کا دل اُداس ہوا۔ اُس نے اپنے ساتھ کھڑے ہارون کے کان کے قریب آہستہ سے کہا۔ "جب انجام کا پتا ہے تو پھر ان ڈھکوسلوں کی کیا ضرورت نکلتی ہے؟؟"

ہارون نے ایک پل کو گردن موڑ کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ "چلو گر تم نہ ملیں تصویریں ہی سہی...... ویسے مجھے یقین ہے آنے والے دنوں میں ان تصویروں کو تم ہی سب سے زیادہ سنبھال کر دل کے قریب رکھو گی"

شانزے ہار مان لیتی تو شانزے نہ ہوتی۔۔ "ہاں تو کیا عجب بات ہو گی میرا بیٹا بھی تو ہے ان تصویروں میں ظاہری بات ہے سنبھال کر دل کے قریب ہی رکھوں گی۔"

ہارون دھیرے سے مسکرا دیا۔ "تو پھر اپنے بیٹے کا ہی منہ چوم چوم کر شوٹس کرواؤ ناں میری بیٹی کے ساتھ کیوں بنوا رہی ہو۔"

شانزے نے بے ساختہ اسکی انگلی تھام کر گھڑی زری کو دیکھا۔۔۔ "یہ بڑی پیاری ہے ہارون کاش یہ تمہاری بجائے میری بیٹی ہوتی۔۔۔" ہارون کا قہقہہ جاندار تھا۔ "میں تمہاری ساری چال سمجھ رہی ہو مکار آدمی اتنی معصومیت سے کھیل رہے ہو"

ہارون نے لاعلم بنتے ہوئے پوچھا۔۔۔ "کیا مطلب؟"

شانزے کلس کر رہ گئی "کاش تم حقیقت میں بھی اتنے ہی معصوم اور بے ضرر ہوتے۔۔۔"

ہارون پھر کھل کر مسکرایا۔۔ "وہ تو میں ہوں شانے تم ابھی جانتی ہی کیا ہو؟۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی فوٹو گرافر بول اٹھا۔۔۔ "سر میم۔۔۔ پلیز آپ باتیں بعد میں کر لیجئے گا ابھی تصویریں خراب ہو رہی ہیں۔"

ابراہیم نے ہنستے ہوئے باری باری دونوں کو دیکھا۔۔۔ پھر اور زیادہ زور سے ہنس دیا۔ ہارون نے اسکا بھرپور ساتھ دیا۔ شانزے نے جھینپ کر دونوں کو گدھوں کی طرح ہنستے ہوئے دیکھ کر گھورا پھر نہ جانے کیا ہوا کہ خود بھی ہنستی چلی گئی۔ فوٹو گرافر نے تعجب سے دیکھتے ہوئے سارے مناظر ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیئے۔ بوا بھی نے اُن چاروں کا صدقہ دیا۔۔۔ سب نے ہی اُن لوگوں کی ابدی خوشیوں کی دعا دی مگر قدرت دور کھڑی اور ہی فیصلے کر رہی تھی یا شائد فیصلے تو پہلے سے ہی کیے جا چکے تھے۔

☆---☆--☆

ڈرائیور اُن لوگوں کو ائرپورٹ چھوڑنے جا رہا تھا۔ ہارون گھر سے نکلنے سے پہلے بھی فون پہ ہی مصروف تھا اور اس وقت بھی فون پہ ہی تھا۔ مگر وہ اپنے برابر بیٹھی اپنی بیوی سے بھی باخبر تھا۔ جو کھڑکی کے شیشے سے سر لگائے ہارون کو مکمل اگنور کیے مسلسل باہر دیکھ رہی تھی۔ شانزے کی آنکھوں میں نمی تھی۔ اس نے سبھی کو ابراہیم کے حوالے سے ہزاروں ہدایات دیں۔ پہلی دفعہ اُسے یوں آلموسٹ اجنبی لوگوں میں چھوڑ رہی تھی۔ دل کا گھبرانا اور اُداسی نارمل چیزیں تھیں مگر ابھی اسکے ذہن میں ابراہیم تو تھا ہی پر وہ بھی تھی۔ جو ساری شام اُسکے پہلو سے لگی بیٹھی تھی۔ اپنے سب کزنز اور پھوپھیوں کو بار بار بتاتی کہ شانزے اُسکی ممی ہے۔۔ حقیقت یہ تھی کہ اس موہنی صورت اور پھولوں جیسی باتیں کرنے والی نے اسکا دل اپنی مٹھی میں کر لیا تھا۔ ابراہیم نے تو آرام سے بول دیا تھا "ممی

بیسٹ آف لک اینڈ انجوائے یور ٹرپ ڈونٹ ایون وری آباؤٹ می۔۔۔ آئی ول ٹیک کیئر آف مائے سیلف۔(ممی میری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں اپنا ٹرپ پہ اچھا ٹائم گزاریں۔۔اور میرے بارے میں بالکل بھی پریشان نہیں ہونا میں اپنا پورا خیال رکھوں گا۔)" اور پھر وہ تھی جو بار بار اسکے گلے میں بانہیں ڈال کر جلد لوٹ آنے کے وعدے لے رہی تھی۔ساتھ ساتھ یہ باور کرواتی جارہی تھی کہ وہ شانزے کو کتنا مس کرے گی۔روز ویڈیو کال پہ بات کرنے کے وعدے اتنے سارے چاکلیٹس لانے کے وعدے ۔۔اگر تو کوئی بڑی عمر کا فرد ہوتا یا ثمین ابھی ہی سامنے بیٹھ کر وہ سب کہتا جو شانزے سے زری نے کہا تو وہ بڑے آرام سے کہتی کہ بھئی یہ ڈرامے بازی بند کرو ابھی پہلی دفعہ ہم ملے ہیں۔یہ فرسٹ سائٹ لو کا سین کیسے ہو گیا؟۔۔مگر وہ صرف تین سالہ بچی تھی یہ سوچ سوچ کر شانزے کا دل ڈوبا جا رہا تھا کہ اتنی چھوٹی سی بچی ڈرامے نہیں کر سکتی ۔۔۔۔۔بس ایسا لگ رہا تھا کہ دل اُدھر گھر پہ ہی رہ گیا ہو۔ہارون کی تیز آواز نے اُسے سوچوں سے باہر کھینچا جو کہ فون پہ ہی کسی کو بری طرح ڈانٹ رہا تھا۔

"اوئے یار اب پتا نہیں تمہاری عقل موٹی ہے یا کہ مجھے اپنی بات سمجھانی نہیں آتی۔۔۔اپنے باپ کو بیچ میں مت لاؤ کیونکہ یہ جو تمہیں دو ہفتوں کا ٹائم زیادہ دیا گیا تھا یہ صرف تمہارے والد صاحب کے نام کو ہی دیا تھا۔۔۔اور تمہارا ہزار کا نقصان ہو لاکھ یا کروڑ کا آئی ڈونٹ کیئر ڈیم مجھے اُسی معیار کا مال چاہیے جسکا آڈر دیا تھا۔تم اگلے ہفتے تک مال دے سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ ہمارا اور اپنا ٹائم برباد نہ کرو۔۔۔اور اب مجھے فون مت کرنا جو بات ہو میرے سٹاف سے کرو......بائے۔۔۔"

فون بند کر کے سیٹ پہ پھینکا۔اسکے چہرے پہ غصہ اور بیزاری جھلک رہی تھی۔مگر جب اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ چلا کر گہرا سانس بھر کر شانزے کی جانب دیکھا تاثرات بدل چکے تھے۔۔مگر شانزے نے کچھ بھی کہے سنے بغیر دوبارہ باہر دیکھنا شروع کر دیا.....انکو ڈراپ کر کے ڈرائیور واپس روانہ ہو گیا۔۔۔سیکیورٹی اور چیک ان کے تمام مراحل اسی خاموشی سے طے ہوئے۔۔۔دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔۔۔۔بورڈنگ کے وقت پھر وہ کھڑکی کی جانب بیٹھی۔۔۔۔جہاز کے ٹیک آف تک وہ صبر سے خاموش بیٹھا رہا جب ایک دفعہ جہاز فضا میں بلند ہوا وہ بھی سیدھا ہو گیا۔

"ہاں بھئی اب کیا یہ سارا وقت یوں منہ پھلا کر ہی طے کرنا ہے۔۔۔؟"

شانزے نے اُسکا ہاتھ جھٹکا۔۔۔ "ہارون تنگ نہ کرو میں پہلے ہی اُداس ہوں۔۔۔"

ہارون نے ایک دفعہ پھر اُسکی کال کے پیچھے رکھا اُسکا ہاتھ کھینچا "اُداسی کی وجہ کیا ہے؟"

شانزے نے گردن موڑ کر گھورا۔۔ "ہاں جیسے تمہیں ہی تو میں بتاؤں گی ناں اپنی اُداسی کی وجہ۔۔۔"

وہ مدھر سا مسکرایا۔ "ویسے کبھی تو اب صرف مجھے ہی بتائی جانی چاہیے۔۔۔ کیا ابراہیم کی وجہ سے اُداس ہو؟"

ہارون کے سوال پہ اُس نے نفی میں گردن ہلا کر اُسے حیران کیا۔۔ جس پہ ہارون نے پھر پوچھا "تو پھر؟؟"

"ہارون اس وقت میں بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔۔ مجھے نیند آرہی ہے۔۔۔ تم بھی سو جاؤ یا پھر ایسا کرو اپنا آفس کا کام کر لو۔۔ پرائیویٹ ائیرلائن ہے فون استعمال کرنے دیتے ہیں۔۔۔" اتنا کہہ کر اس نے اپنی سیٹ پیچھے کو کی اور اپنے چہرے پر اپنا دوپٹے کا پلو ڈال کر نیم دراز ہو گئی۔

ہارون سمجھ نہ سکا آیا یہ مشورہ تھا کہ طنز کا تیر۔۔۔ فوراً اُسکے چہرے پر سے پلو ہٹایا۔۔ "کس قدر ظالم عورت ہو یار۔۔ ساری رات سوتی رہی تھیں۔۔ دن کے بارہ بجے سو کر اٹھیں تھی اب پھر تمہیں نیند آرہی ہے۔۔ میں بھی تو ہوں صبح چھ بجے سے جاگ رہا ہوں سارا دن مصروفیت میں گذرا اس وقت اتنی تھکن ہو رہی ہے پر پھر بھی تمہیں کمپنی دے رہا ہوں اور تمہیں بالکل احساس ہی نہیں۔"

شانزے نے زچ ہو کر دانت پیسے "ہارون اس وقت ٹائم جانتے ہو کیا ہوا ہے؟ صبح کے ساڑھے چار ہو رہے ہیں اس لیے مجھے نیند بھی آرہی ہے اور میں تھکی ہوئی بھی ہوں" اُس نے ایک دفعہ پھر دوپٹہ سیدھا کیا۔

"تم نے کیا ہی کیا ہے سارا دن جو تھک گئی ہو۔۔۔ صرف زری کو گود میں لیے بیٹھی رہی ہو"

ہارون کی بات پہ اُس نے شکوے سے اُسے دیکھا "ہارون تمہیں نہیں لگتا کہ جو تم نے میرے اور زری کے ساتھ کیا ہے اُس پہ تمہیں ڈوب مرنا چاہیے۔۔۔۔"

ہارون نے بھنویں اُچکا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ "لڑنے کے لیے یہ جگہ انتہائی غیر موزوں ہے ایسا کرو سو جاؤ تم واقعی تھکی ہوئی ہو۔"

شانزے نے اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا" کمینے مکار آدمی میرا جی چاہ رہا ہے کہ تمہیں اُٹھا کر

جہاز سے باہر پھینک دوں۔"

ہارون نے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔۔۔ "سمجھ جاؤ پھر میں کیوں لڑائی والی باتوں سے پرہیز کر رہا ہوں۔"

شانزے نے ایک جھٹکے سے دوپٹہ چہرے پہ ڈالا ۔۔۔۔ اب وہ مزید کوئی بات نہ کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اور پھر ہوا یہ کہ جو سونا چاہ رہی تھی۔ اُسے تو نیند نہ آئی اور جو یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ نیند آئی ہی نہیں وہ کب نیند کی وادیوں میں اترا خود اُسے بھی معلوم نہ ہوا ہوگا۔ شانزے نے ریموٹ لیکر اُسکی سیٹ پیچھے کو دھیرے دھیرے کر کے لٹا دی تا کہ آرام سے سوتا رہے ساتھ ہی ایک چادر کھول کر اُسکے اوپر پھیلا دی۔۔ لمبا چوڑا وجود اس وقت جینز پہ وائٹ کاٹن کی شرٹ کے ساتھ بلیک لیدر کی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ دونوں بازوں سینے پہ باندھے تھوڑا سا منہ کھولے ہلکے ہلکے خراٹے بھر رہا تھا ۔۔۔ بال جو سارا دن ایک مخصوص سٹائل میں نظر آرہے تھے اس وقت لاپرواہی سے پیشانی پہ بکھرے ہوئے تھے۔ شانزے نے بہت دیر تک خاموش نظروں سے اُسکے نقوش اور حلیے کا جائزہ لیتی رہی۔ کوئی آدھا گھنٹہ گذرا ہوگا کہ ہارون نے نیند سے بھری آنکھوں کو بمشکل کھول کر اک لمحے کو اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شانزے اب اتنی غور سے بھی نہ دیکھو کہ میں سو بھی نہ پاؤں۔" ساتھ ہی دوسری طرف کروٹ لیکر پھر غافل ہو گیا۔

شانزے کی منہ حیرت سے کھلا "سوتے میں فرشتوں نے آکر بتایا کہ میں دیکھ رہی ہوں؟؟"

دوسری جانب سے آنے والے جواب پہ اُسکا جی چاہا کوئی بھاری چیز اُٹھا کر اس کے سر پہ مارے جو کہہ گیا کہ "فرشتوں نے تو نہیں البتہ میرے دل نے بتا دیا کہ کوئی مجھے بڑے پیار سے دیکھ رہا ہے۔۔۔"

شانزے کچھ بھی کہے بغیر اُسکے طرف سے رُخ موڑ کر بیٹھ گئی۔

ائرپورٹ سے باہر آنے پر ایک باوردی ڈرائیور ہارون کے نام کا کارڈ اُٹھائے انتظار میں کھڑا تھا ۔۔۔ ہارون کے قریب آکر سلام لینے پر ڈرائیور خوش اخلاقی سے سلام کا جواب دیکر ہارون کے ہاتھ سے سامان والی ٹرالی لیکر آگے بڑھ گیا۔ وہ دونوں بھی ساتھ ہی تھے۔ ۔۔۔ایک دفعہ ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گئے۔ ویٹر سامان رکھنے کے بعد ٹپ لیکر روانہ ہوا تو شانزے نے ہارون کی جانب دیکھا۔

"کیا مجھے ایک گھسا پٹا سوال کرنا چاہئے۔۔۔؟؟"

ہارون نے اُسے غور سے دیکھا۔۔۔ "کیسا سوال۔۔۔؟"

شانزے نے آنکھیں مٹکائیں "یہی کہ ہارون صاحب کیا دو جوان اور اجنبی لوگ ایک کمرے میں اکٹھے رہیں گے؟؟"

ہارون کا قہقہہ زندگی سے بھرپور تھا ساتھ ہی اُس نے بازو پھیلا کر سوئٹ کی طرف توجہ دلائی۔۔۔ "مائے لیڈی آپ جیسی جنگجو میری جوانی کا ناجائز فائدہ نہ اُٹھا سکے یہی سوچ کر میں نے پورا سوئٹ بک کروایا ہے۔"

شانزے ہنستی چلی گئی۔ دونوں نے فریش ہو کر کپڑے وغیرہ بدلے۔

نیچے جا کر زبردست سا لنچ کیا اور ہوٹل کی گاڑی پہ دونوں ایک دو سیاحی مقامات پر گئے جہاں کی بہت سی تصویریں لیں۔۔۔۔۔۔ رات کو یونہی ساحل سمندر پہ چہل قدمی کرتے ہوئے باتیں کرتے رہے۔

"تمہاری معلومات سے تو ایسا ہی لگتا ہے کہ کافی آتے جاتے ہو گے۔۔"

ہاتھ میں پکڑے کین میں سے سپ لیتے ہوئے ہارون نے سامنے سے گزرتے جوڑے کو دیکھا۔ پر ٹن وہ شانزے کو ہی رہا تھا "کہاں یار۔۔۔!! جب سے بزنس کے بکھیڑوں میں پڑا ہوں یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ دو دیک مسلسل آف رہ رہا ہوں۔ ورنہ تو میری روٹین کسی بابے جیسی ہی رہی ہے۔ ایک دم بور کوئی بہت ہوا تو مہینے میں اک عدد ڈیٹ مار لی بس۔"

شانزے کے لب او وو کی صورت میں وا ہوئے۔۔۔۔۔ "اوہ۔۔۔؟" ہارون خوبصورتی سے مسکرا دیا۔

"سب سے اچھی ڈیٹ کونسی تھی اور سب سے بُری کونسی۔۔۔؟"

شانزے کے اگلے سوال پہ اُس نے غور سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا "آر یو شیور کہ تمہیں بُرا نہیں لگے گا؟"

شانزے اُسکی شرارت سمجھ رہی تھی اسلئے بولی۔ "ہاں دُکھ تو بہت ہوگا مگر سچ جاننا بھی ضروری ہے۔"

ہارون نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہ نہ میں کوئی ایسی بات ہرگز نہیں کر سکتا جس سے میری جان کو تکلیف ہو۔"

شانزے نے ریت سے مٹھی بھر کر اس کے اوپر اچھال دی۔۔۔ "ڈرامے باز انسان خبردار جو میرے لئے ایسے بے ہودہ الفاظ استعمال کئے۔"

ہارون نے صدمے سے اپنی پلین وائٹ شرٹ کو دیکھا۔۔۔ریت اُسکے سینے تک جا کر گری تھی۔۔۔"یو آر دن ڈینجرس وومن۔۔۔!!" ساتھ ہی وہ اپنے جوتے اُتارنے لگا "خیر ایسی گستاخی میں برداشت نہیں کرتا خاص کر کے کہ جب ایک ظالم حسینہ کی طرف سے کی گئی ہو۔۔۔سو بی ریلیکس گو فورا سوئم۔۔۔"

شانزے نے توبہ سے نفی میں سر ہلایا۔ "سوچنا بھی مت اتنی سردی میں کھلے پانیوں میں نہا کر مرنا تو نہیں۔"

ہارون جوتوں کے بعد اب جرابیں اُتار رہا تھا۔۔۔شانزے کی بات پہ قہقہہ لگایا۔ "پاکستان میں تھی سردی ادھر نہیں ہے ان فیکٹ سوئمنگ کے لیے بڑا شاندار موسم ہے۔"

ڈوبتے ہوئے سورج کے آخری پلوں کی روشنی آسمان کو اور بھی خوبصورت بنائے ہوئے تھی۔ "گیٹ اپ شانزے۔۔۔!" اب وہ اپنی جینز کے پائنچے فولڈ کر رہا تھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔۔۔؟ میں کبھی بھی اس طرح پانی میں نہیں جاؤں۔۔۔"

وہ اپنی جگہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔"تو کس طرح جاؤ گی۔۔۔؟"

ہارون کو گھورتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ "تم چلے جاؤ پانی میں، میں اُدھر تمہارا انتظار کرتی ہوں۔۔" پارکنگ کی طرف اشارہ کر کے آگے بڑھی ہی تھی کہ ہارون نے پیچھے سے بازوؤں کے گھیرے میں لیا اور پانی کی طرف چل پڑا۔۔۔"واٹ دا ہیل ہارون چھوڑو مجھے۔۔۔!! خبردار جو مجھے زبردستی پانی میں لیکر گئے۔۔۔"

ہارون کا چہرہ اُسکے کان کے قریب تھا۔ ہنستے ہوئے بولا۔ "جلدی کر لو جو بھی اپنے دفاع میں ایکشن لینا چاہتی ہو کیونکہ پانی قریب آ رہا ہے۔۔۔"

وہ ہاتھ پاؤں مار کر اپنے آپ کو چھڑوانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ "ہارون اگر تم نے مجھے نہ چھوڑا تو میں تمہیں ابھی کے ابھی طلاق دیکر پاکستان واپس چلی جاؤں گی۔۔۔"

ہارون کا قہقہہ فلک شگاف تھا۔۔۔"میں نے طلاق کا حق تمہیں دیا ہی نہیں۔۔۔نکاح نامہ فارم کے مطابق طلاق کا حق صرف میرے پاس ہے۔۔۔"

شانزے نے اُسکے بازو پہ اپنے ناخن گاڑھ دیئے۔ "ہارون مجھے نیچے اُتارو ورنہ میں بتا رہی ہوں کمینے انسان میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔۔۔!!"

وہ اب بھی ڈھٹائی سے مسکراتا آگے ہی بڑھ رہا تھا۔۔۔ پانی ہارون کے گھٹنوں تک آ گیا تھا۔۔۔ "میں بھی تو یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے نہ چھوڑو۔۔۔"

"ہارون مجھے تیرنا نہیں آتا۔۔۔!!!"

"میں اب اتنا بھی بے حس نہیں کہ تمہیں ڈوبنے دوں۔۔۔" ساتھ ہی اُسے سر تک آتی گہرائی والے پانی میں پھینک دیا۔۔۔ شانزے کی چیخ نکل تھی اور پھر وہ پانی میں دو چار غوطے کھا کر غصے سے بے حال ہوتی تیرنے کی ناکام کوشش میں بار بار پانی میں جا رہی تھی۔۔۔ وہ ایک ہی ڈائیو میں اُسکے قریب آیا۔ دھیرے سے تھام کر اُسے اپنے ساتھ لگایا۔۔۔ تھوڑی ہی دیر میں اُسکی سانس پھول چکی تھی۔۔۔۔۔ اُس نے سختی سے ہارون کی شرٹ گریبان سے تھام لی۔

"تمہیں تو واقعی تیرنا نہیں آتا۔۔۔"

شانزے نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے اُسے گھورا اور اپنی دونوں مٹھیوں میں اُسکے بال بھینچ لیے "کمینے انسان تو میں کیا جھوٹی بکواس کر رہی تھی۔۔۔ اب میں ان گیلے کپڑوں کے ساتھ ہوٹل تک کیسے جاؤں گی۔"

ہارون نے بال چھوڑنے کو نہیں کہا بلکہ پانی میں ڈبکی کھا گیا۔۔۔ خود بخود بال چھوٹ گئے۔۔۔ بلکہ وہ پھر حواس باختہ سی ہو کر چلائی۔

"ہارون۔۔۔۔۔۔!!!"

اُسکی پشت کی جانب کھڑا ہوا۔ اور اسکا ہاتھ تھام کر کنارے کی جانب لے آیا۔ جب پاؤں کے نیچے ریت آ گئی اُس نے شانزے کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"یہاں بیٹھ کر اپنی سانس ہموار کرو میں ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔۔۔" اور وہیں شانزے کی آنکھوں کے سامنے ہی پانی میں ڈائیو لگا کر اپنے لمبے بازوؤں کی مدد سے تیرتا منٹوں میں دور نکل گیا۔

اُس کے کپڑے تو پوری طرح بھیگ چکے تھے۔۔۔ لائٹ سکن ٹراؤزر پہ بٹنوں والی سفید سلک کی شرٹ پہن

رکھی تھی۔۔۔ گلے میں ڈالا سکارف نچوڑ کر اچھی طرح سینے پہ پھیلا کر آہستہ آہستہ چلتی پانی سے باہر آ گئی۔۔۔ ہارون کے جوتے وہیں ریت پر پڑے تھے۔۔۔ جنہیں اُٹھا کر اُس نے دور پانی میں اُچھال دیا۔۔۔۔ اور ہارون کا انتظار کیے بغیر ڈرائیور کے ساتھ ہوٹل واپس آ گئی۔ اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے لاک کر کے نہا کر چینج کیا۔ گھر فون کر کے ابراہیم اور دری سے بات کی۔۔۔ اب اندھیرا پوری طرح سے چھا چکا تھا۔۔۔ اس نے اپنے کمرے کے پردے برابر کیے۔ اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔ جلد ہی نیند کی دیوی اُس پہ مہربان ہو گئی۔۔۔

نہ جانے کتنی دیر سوئی ہو گی کہ تیز میوزک کی آواز پہ آنکھ کھلی۔۔۔ کمرے کی ساری لائیٹس آن تھیں۔ ٹی وی اونچی آواز پہ چل رہا تھا۔ اور وہ جس کی وجہ سے وہ دروازہ لاک کر کے سوئی تھی۔۔۔ گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑنے کے بعد ڈریسنگ کے سامنے کھڑا سنوار رہا تھا۔

"تم اندر کیسے آئے۔۔۔؟"

اک لمحے کو اُس نے گردن موڑ کر شانزے کو دیکھا اور برش سے دروازے کی سمت اشارہ کیا۔

"پر دروازہ تو لاک تھا۔"

اب وہ برش رکھ کر مڑا اور دوسری طرف آ کر بیڈ پہ ڈھیر ہو گیا "ہاں تو لاک کھول کر ہی آیا ہوں اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔۔۔" اطمینان سے کہتے ہوئے سائیڈ دراز سے انٹرکام اٹھا کر ڈنر منگوایا۔ ہارون کے پرفیوم اور شیمپو کی خوشبو نے کمرے کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔۔۔

"ہارون تم یہاں سے جاؤ۔۔۔!" وہ جو ریموٹ سے چینل بدل رہا تھا۔۔۔ اُس کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔۔ ہونٹوں پہ بڑی دلکشی ہنسی تھی۔ "ڈر رہی ہو۔۔۔؟"

شانزے اُٹھ کر سیدھی ہو بیٹھی "مجھے پہلے ہی تم پہ بہت غصہ ہے مزید کوئی فضول بکواس نہیں سنوں گی۔"

اب وہ ریموٹ ایک طرف رکھ کر پوری طرح اُسکی طرف متوجہ تھا۔ "ایگزیکٹلی مائے پوائنٹ!! میں بھی تو یہی چاہ رہا ہوں۔۔۔ فضول کے نخرے اور غصہ کھڑکی سے باہر پھینکو پی کو ذرا ٹی آر ہیر فرما نجوائے آور ٹائم۔۔۔ اچھا یہ تو شو میں واپس کیسے آیا ہوں۔ میرا تو جوتا بھی پانی پہ تیرتا ہوا جا رہا تھا۔ تب ہی وہاں سے دو عربی لڑکیاں گزر رہی تھیں۔ میں نے تو ایویں کہہ دیا کہ ہوٹل تک لفٹ چاہیے پر وہ تو سیریسلی مان گئیں۔ میں نے کل ان

دونوں کو ڈنر کی دعوت دے دی۔۔۔ آئی ہوپ یو ڈونٹ مائنڈ۔۔۔"

وہ مسلسل اُسے گھور رہی تھی۔۔۔ "مجھے کیا تکلیف ہونی ہے چاہو تو اُن کی فیملیز کو بھی انوائٹ کر لو ہو سکتا ہے اُن میں سے کسی ایک کا باپ تمہیں داماد کے طور پہ قبول کر لے۔"

ہارون کے چہرے پہ صدمے کی کیفیت تھی "واٹ دا فش۔۔۔!! شانزے بیوی ہو کے دشمن۔۔۔!! کیا اتنا گیا گزرا سمجھ لیا ہے مجھے۔ کہو تو ابھی یہاں لڑکیوں کی لائن لگا لوں۔۔۔"

شانزے کھل کر مسکرائی۔ "اوہ پلیز گو آہیڈ۔۔۔ میں ایسے تاریخی لمحات کبھی مس کرنا نہیں چاہوں گی۔ خود اپنے منہ سے اعتراف کر چکے ہو مہینے میں ایک عدد ڈیٹ کا اور بات کر رہے ہو لڑکیوں کی لائن لگانے کی۔۔۔"

ہارون نے بھنویں اچکا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا "یو نو انڈر اسٹیمیٹ دا پاور آف ہینڈسم مین۔۔!!"

شانزے ہنسی تو ہنستی ہی چلی گئی۔۔۔ "ویسے تم ایک وقت میں کتنی ڈھیر ساری غلط فہمیوں کا شکار ہو۔۔۔"

"باہر دستک ہو رہی ہے میں دیکھ لوں یقیناً کھانا آیا ہے۔۔۔ تم سے بعد میں نمٹتا ہوں ابھی فریش ہو کر آؤ کھانا کھاتے ہیں۔"

ہارون کے کمرے سے جانے کے بعد وہ اٹھ کر منہ دھونے چلی گئی کچھ بھی تھا بھوک زور کی لگی ہوئی تھی۔۔۔ جب تک وہ فارغ ہو کر باہر آئی ہارون کھانا باہر بالکونی میں لگوا چکا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ رات کے ساڑھے گیارہ کا ٹائم تھا۔ مصنوعی روشنیوں کے ساتھ ساتھ چاند بھی پورے جوبن پہ تھا۔ مزے دار کھانا خوبصورت پرسکون ماحول میں کھایا طبیعت شاد ہو گئی تھی۔ شانزے کو کھانے کے بعد کافی کی طلب ہوئی تو بنانے کے لئے خود ہی سوئٹ میں موجود چھوٹے سے کچن کی طرف آ گئی جہاں چائے کافی کا سامان موجود تھا۔ ایک ساتھ دو کپ بنا کر باہر آ گئی۔ ہارون وہیں آؤٹ ڈور چیئر پہ نیم دراز تھا۔ شانزے نے کپ دیا جسے اُس بمعہ شکریہ کے موصول کر لیا۔

"ویسے میں ایک بات بہت دفعہ سوچ چکا ہوں۔"

شانزے نے اپنی سیٹ سنبھالنے کے بعد سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"یہی کہ میں نے ولی اور رحمٰن بھابھی کی شادی پہ ہی کیوں نہیں تمہیں غور سے دیکھا۔ بلکہ واٹ آ شیم کہ مجھے

علم ہی نہ ہو سکا کہ تم بھی اس دنیا میں پائی جاتی ہو۔"

شانزے نے کندھے اچکائے۔ "ہارون اس سے کیا فرق پڑتا تھا؟"

ہارون نے دور خلا میں دیکھا۔ "او بیارہ ٹائم کی بچت ہوتی تھی۔ اب تک ہم لوگ۔۔۔"

اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ شانزے نے بیچ میں ہی ٹوک دیا۔۔ "اچھا بس بس زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں اس وقت یہاں اپنی چاہت سے نہیں بلکہ تمہاری بلیک میلنگ کی وجہ سے موجود ہوں۔"

ہارون نے کندھے اچکائے۔۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے اصل تو حقیقت ہے کہ تم ادھر ہو میرے ساتھ۔۔۔ اینڈ دیٹس آل وٹ میٹرز ٹومی۔۔۔ اور تم میرا شکریہ کب ادا کر رہی ہو۔۔۔؟"

شانزے دھیرے دھیرے کافی کے سپ لے رہی تھی۔۔۔ "شکریہ کس لیے۔۔؟"

ہارون نے وہیں لیٹے لیٹے اپنا رخ اسکی جانب موڑا۔۔ "تمہیں ساری رات بھوکی سونے نہیں دیا۔۔ اتنا مزے کا ڈنر کروادیا۔"

شانزے دھیرے سے مسکرائی۔۔ "خوش فہم ہونے کے ساتھ ساتھ شودے بھی رج کے ہو۔"

"کوئی نہیں کرلو انکار میڈم ایک دن خود سے میری خوبیوں کی معترف ہوگی۔۔۔" شانزے اُسے چڑانے کو مسلسل مسکرا رہی تھی۔

ایک دم وہ سیدھا ہو کر اٹھ بیٹھا۔ "چلو کہیں باہر چلتے ہیں۔۔۔۔"

شانزے نے تعجب سے گھورا۔۔۔ "اس وقت تو بالکل نہیں کل بھی نیند پوری نہیں ہوئی ابھی پھر تم نے نیند خراب کی اب میں دوبارہ سے سونا چاہتی ہوں۔۔۔"

ہارون نے برا سا منہ بنایا۔۔ "تم یہاں سونے اور نیند پوری کرنے آئی ہو؟"

شانزے نے اثبات میں سر ہلایا۔۔ "ویسے کیا میں تم سے ایک فرمائش کر سکتی ہوں؟؟"

ہارون نے کپ لبوں سے دور ہٹا کر شانزے کو دیکھا "فرمائش؟ کیسی فرمائش شاپنگ کرنا چاہتی ہو؟؟"

شانزے نے نفی میں گردن ہلائی۔

"تو پھر کیا لینا چاہتی ہو مانگو۔"

شانزے نے براہ راست اُسکی آنکھوں میں دیکھا "پہلے وعدہ کرو جو مانگوں گی دو گے۔۔۔"

ہارون نے نفی میں سر ہلایا "میں وعدہ کرلوں اور تمہارا کیا علم عین ہنی مون کے درمیان میں طلاق مانگ لو۔"

شانزے کا قہقہہ دیر تک گونجا "کی باتیں بچوں کی سی معصومیت سے کرتے ہو۔ میں اس وقت بس یہ چاہتی ہوں۔ کہ تم مجھے ادھر عرب عورتوں کا بیلی ڈانس دکھانے لیکر جاؤ۔۔۔"

ہارون کی دونوں آنکھیں پوری کی پوری کھل کر شانزے کو گھور رہی تھیں "آر یو شیور کہ یہی چاہتی ہو؟"

شانزے نے فٹ سر اثبات میں ہلایا۔ تھوڑی دیر اُسے دیکھتا رہا پھر نفی میں سر ہلا دیا "امپاسبل۔۔۔!!"

شانزے کا منہ لٹک گیا "کیوں۔۔۔!! پلیز دیکھنے چلیں گے ناں مزا آئے گا۔ اتنا کمال ڈانس کرتی ہیں۔"

ہارون نے خالی کپ سائیڈ پہ رکھا "آئی جسٹ کانٹ بلیو کہ میرے گناہگار کان کیا سن رہے ہیں۔۔۔ میری بیوی۔۔۔ اوہ یعنی کہ مخدوم ہارون بخت کی بیوی بیلے ڈانسرز کو دیکھنا چاہتی ہے۔"

شانزے کی ہنسی نکل گئی "سوچ لو میری پہلی دفعہ کی گئی فرمائش پوری نہیں کر سکتے ہو تو میرے ساتھ ساری زندگی کیسے گزارو گے؟؟؟۔"

ہارون نے ہاتھ اٹھا کر اُسے متوجہ کیا۔۔۔ "جانتی بھی ہو قریب سے اُن عورتوں کا حسن کس قدر قاتل ہوتا ہے یہ نہ ہو کہ شوہر ہی گنوا کر آجاؤ۔۔۔"

شانزے نے فوراً اثبات میں سر ہلایا "اوہ پلیز ایسا ہو جائے تو میں خوشی خوشی تمہیں وہاں چھوڑ آؤں گی۔"

ہارون کا قہقہہ جاندار تھا "مگر تو میں بالکل بھی تمہاری فرمائش پوری نہیں کر رہا۔"

شانزے نے احتجاج کے ساتھ نئی تجویز بھی رکھی۔ "تمہاری کہی بات تمہیں واپس دیتی ہوں لیٹس جسٹ فورگیٹ آباؤٹ بینگ میرڈ ٹو ایچ ادر۔۔۔ کیونکہ جب بھی میں یہ سوچتی ہوں کہ ادھر کیوں اور کس کیساتھ موجود ہوں۔ تو جی یہی چاہتا ہے کہ بھاگ جاؤں۔"

ہارون مسکرایا "مگر میں تو نہیں چاہتا کہ تم ایسا فرض کر کے بھی خوش ہو کہ میں تمہارا کچھ نہیں لگتا ہوں۔"

شانزے اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔ "خیر ابھی میں سونے جا رہی ہوں۔ کل بات کریں گے۔"

ہارون بھی اُٹھ کر اس کے ساتھ چل دیا۔۔۔ شانزے نے قدم روکے اور مڑ کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔ ہارون کندھے اچکاتے ہوئے مسکرا دیا۔۔۔ "تم سو جانا میں تمہیں ہرگز ڈسٹرب نہیں کروں گا مگر اپنے ہنی مون پہ میں اکیلا بیٹھ کر ڈکی کا نے نہیں سن سکتا۔۔۔"

شانزے کو کھلا اختلاف تھا۔ "مگر میں تمہاری موجودگی میں سو کیا خاک سکوں گی۔"

ہارون کے چہرے پہ شرارت اُبھری۔۔ "ڈونٹ ٹیل می شانزے میڈم کو میری موجودگی ابھی سے اس قدر ڈسٹرب کرنے کا باعث بن رہی ہے۔۔۔ اوہ۔۔۔ سو کتنا زتو اکسائیٹنگ۔۔۔!!"

شانزے نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا۔ "اگر یہ بات ہے تو آؤ میرے پہلوان تم میرے کمرے میں ہی سو جاؤ آخر میں بھی تو دیکھوں تمہاری جوانی کے جلوے کیسے مجھے جلا کر بھسم کرتے ہیں۔" کمر پہ بازو جما کر دوسرے ہاتھ سے چیلنج کرتی آگے بڑھ گئی۔۔۔ جبکہ وہ قہقہوں کے درمیان اس کے پیچھے چل پڑا۔

☆---☆---☆

شانزے کی آنکھ جس وقت کھلی کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اے سی کی ٹھنڈک کی وجہ سے آنکھ دوبارہ بند ہونے کے چکر میں تھی جب اسکا پاؤں کسی ٹانگ سے مس ہوا ساری حسیات نے بیدار ہو کر ایمرجنسی کا الارم بجا کر اُسے الرٹ کر دیا۔۔۔ اسکا پاؤں ہارون کی ٹانگ کے اوپر رکھا تھا۔۔۔ بڑی آہستہ نہ محسوس طریقے سے اپنا پاؤں واپس کھینچنے لگی۔ عین اُس لمحے جب سکون کا سانس لینے والی تھی تب ہی جان نکل گئی ہارون جو کہ پہلے سو رہا تھا۔ کروٹ لیکر شانزے کی طرف متوجہ ہوا۔ نہ صرف اسکا پاؤں واپس کھینچ لیا بلکہ اسکو اپنے بہت قریب کر کے اپنی بانہوں کی گرفت میں بھر لیا۔ شانزے سانس روک کر بالکل ساکت ہو کر سوئی بن گئی۔ اُن لوگوں نے پچھلے چار دن ایک ساتھ بڑے خوشگوار انداز میں گزارے تھے سکوبا ڈائیونگ بنجی جمپ یہ سارے ہارون کے آئیڈیاز تھے اور شانزے نے ہارون کو یہ بتائے بغیر کہ وہ خود بھی ان سب کاموں کی کتنی شوقین ہے بظاہر ہارون پہ احسان عظیم کرتے ہوئے اسکا ساتھ دیتی رہی تھی۔ اور اس دوران دونوں کے درمیان دوستی تو ہو ہی گئی تھی اور شانزے یہ بات تو مان ہی گئی تھی کہ ہارون ایک بے ضرر انسان تھا۔ مگر حقیقت تو روشن تھی کہ وہ دونوں میاں بیوی تھے اور یہ ایسا مقدس رشتہ ہے کہ خود بخود اپنے سے وابستہ انسان کے ساتھ اُلفت و یگانگت پیدا ہو ہی جاتی ہے اور

یہاں تو ہارون پہلے ہی اس رشتے کو کامیاب بنانے کی کوششوں میں تھا۔ وہ اپنی اتھل پتھل ہوتی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش میں تھی اور ہارون نے آہستہ سے اسکا رخ موڑ کر چہرہ اپنے سامنے کیا۔ شانزے نے آنکھیں نہیں کھولیں ہارون نرمی سے مسکرایا، شانزے کے چہرے پہ آئیں زلفوں کو اپنی انگلیوں سے پیچھے ہٹایا۔

"میں اگر کہوں کہ میں جانتا ہوں کہ تم جاگ رہی ہو تو کیا اس سے تمہیں کوئی حوصلہ ملے گا؟" نہ چاہتے ہوئے بھی شانزے کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"گڈ مورننگ مسز ہارون بخت۔۔۔" ہارون کے لہجے میں شرارت تھی۔

شانزے نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کی "گڈ مورننگ ٹو یو مسٹر ہارون بخت"

ہارون مسلسل مسکرا رہا تھا "تھینک یو مسز اینڈ آئی لو یو مسز ہارون"

شانزے نے ہارون کی دلکش مسکراتی ہوئی آنکھوں میں بہت اندر تک، بہت غور سے دیکھا اور بولی "اینڈ آئی لائیک یو مسٹر ہا۔۔۔"

ہارون نے بھنویں اچکائیں "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس حد تک پسند کرتی ہو؟"

شانزے نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں نے تمہیں اپنے اتنا قریب ہونا دیا ہے کیا اسی سے میری پسندیدگی کی حد کا اندازہ لگا لو۔۔۔"

ہارون کی حوصلہ افزائی ہوئی تھی۔ "اور اگر میں کہوں کہ میں اس قرب کی حدود کچھ اور وسیع کرنا چاہتا ہوں تو؟ کیا میں اس تعلق کو اس مقام تک لے جا سکتا ہوں کہ جہاں شانزے اور ہارون دو الگ لوگ نہ رہیں۔۔۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں۔۔۔"

شانزے ہارون کے قرب اور پھر الفاظ سے گھبراہٹ کا شکار ہو تو رہی تھی مگر وہ اس پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔۔۔ "مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ جس مقصد کے لئے تم مجھے اپنے ساتھ لائے تھے وہ پورا بھی ہو گیا۔"

اس بات پہ ہارون کے چہرے پہ سنجیدگی چھا گئی جب بولا تو لہجہ بھی سنجیدہ تھا۔ "میری زندگی میں میرے جیتے جی مجھے نہیں لگتا کہ وہ لمحہ کبھی بھی آئے گا جب میرا دل تمہیں دیکھنے تم سے بات کرنے سے بھر جائے گا اور اگر

میرا مطالبہ ابھی بھی تمہیں میری خود غرضی لگتا ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لے لیتا ہوں۔۔۔۔اور ویسے بھی صرف چار دن میں تم دشمنی ختم کر کے دوستی پہ آ گئی ہو تو میں پر امید ہوں کہ واپسی سے پہلے میں تمہیں جیت جاؤں گا۔"

اب وہ دوبارہ سے پھر مسکرا رہا تھا مگر جواب میں شانزے سنجیدہ تھی۔ "ہارون اگر میں کہوں کہ تم آلریڈی جیت چکے ہو تو پھر؟"

ایک دم اونچی آواز میں "یا اللہ تیرا شکر ہے" کہتے ہوئے اس نے شانزے کو خود سے اور بھی قریب کیا۔۔۔۔ پہلے تو وہ ہکا بکا رہ گئی مگر ہارون کے اگلے جملوں پہ ہنسی کے فوارے پھوٹ پڑے جو کہ کہہ رہا تھا۔

"جانتی ہو میرا چہرہ اوپر اوپر سے ہی لاپرواہ نظر آ رہا تھا جبکہ اندر سے میں انتہائی پریشانی کا شکار ہونے والا تھا کہ میری یہ حیثیت رہ گئی ہے کہ چار دن سے کتے کی طرح دم ہلا رہا ہوں پر یہ لڑکی پٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی یعنی کے حد ہی ہو گئی ہے یار۔۔۔۔ کہاں وہ ہارون جو شادی سے پہلے راہ جاتے لڑکی سے نمبر حاصل کر لیا کرتا تھا شادی کے بعد اسکی یہ حالت ہو گئی کہ اپنی بیوی تک گھاس نہیں ڈال رہی۔"

شانزے ہارون کی پہلو میں تھی اور ان دونوں کے مشترکہ قہقہے پورے سوئٹ میں گونج رہے تھے۔ "نہیں اب اتنا بھی دکھی ہونے والی صورتحال نہیں ہے ایک بیوی ہی لفٹ نہیں کروا رہی تھی باقی تو کئی حسینائیں فری میں ڈنر کے بعد بریک فاسٹ تک کروانے پہ تلی تھیں وہ تو تم نے خود ہی کفران نعمت کی۔"

شانزے کی بات کو اسنے انجوائے کیا تھا ساتھ ہی بولا۔ "بے بی اتنی لڑاکا اور خون خار بیوی کے ہوتے ہوئے کوئی پاگل ہی ایسا ڈنر اور بریک فاسٹ آفر قبول کرے گا ہاں تمہاری غیر موجودگی میں سو بسم اللہ۔"

اگلے پل ہارون کے سر کے بال شانزے کے ہاتھوں میں تھے "ہارون کمینے آئی ول کل یو۔" ہارون کی مصنوعی آہ وزاری جاری تھی جو یک دم تھم گئی۔ کیونکہ اس کے آگے جذبات بولتے رہے اور وہ دونوں بھیگتے گئے۔

شانزے کب دوبارہ نیند کی وادیوں میں گئی اسے کوئی خبر نہ تھی البتہ جب آنکھ کھلی کھڑکیوں کے پردے ہٹے ہوئے تھے اور یہ دن پہلے کے سب دنوں سے روشن محسوس ہوا وہ مسکرا کر اپنے آپ میں ہی سمٹ گئی۔ ہارون بیڈ پہ موجود نہیں تھا۔ اور نہ ہی واش روم میں تھا بلکہ جب شانزے نے غور لگا کر سنا تو دوسرے کمرے سے اسکی آواز آتی سنائی دی مگر لگ ایسے رہا تھا کہ جیسے وہ بات کم اور گالیاں زیادہ دے رہا ہو وہ بہت عجیب سے احساس کے ساتھ

بیڈ سے اتری گاؤن پہن کر دھیمے قدموں سے باہر آئی تب ہی وہ دوسرے کمرے سے برآمد ہوا۔ چہرے پہ دہشت و خشونت ابلتی ہوئی لال آنکھیں۔ شانزے کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر پہلے چونکا پھر اجنبی بن گیا یہ عمل چند سیکنڈوں میں ہوا تھا اور شانزے نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"تمہارے پاس صرف دس پندرہ منٹ ہیں تیار ہونے کے لئے میں واپس گھر جا رہا ہوں اگر چلنا ہے تو نکلو اور وائنڈ۔۔۔"

وہ اسکو درمیان میں ہی ٹوک گئی" واپسی میں تو ابھی دو دن باقی ہیں پھر تم ابھی سے کیوں جا رہے ہو؟"

وہ اسکی بات سننے کو رکا نہیں بلکہ بیڈروم میں گھس کر الماری سے اپنے لئے کپڑے نکالنے لگا

"ہارون میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں

وہ مصروف سے انداز میں اک نظر اس پہ ڈال کر گہری سانس بھرتے ہوئے بولا" جو کام سات دن کا تھا وہ چار دن میں ہی ہو گیا ہے تو ادھر رکنے کی وجہ؟ ویسے بھی آفس اتنے دن اکیلا نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔۔۔ اینڈ ناؤ اف یو ڈونٹ مائنڈ کیا میں تیار ہو سکتا ہوں۔۔۔ آدھے گھنٹے میں میری فلائٹ ہے۔"

خشک لہجہ اجنبی نگاہیں وہ کہیں سے بھی وہ شخص نہیں لگ رہا تھا جو کہ پچھلے کچھ دنوں سے شانزے کے ساتھ تھا اوپر سے آسکے الفاظ شانزے کا جی چاہا تھپڑ مار مار کر اسکی شکل بدل دے مگر نہ جانے کیوں اور کس لئے ضبط کر گئی۔ تیزی سے اپنی ایڑھیوں پہ گھوم کر جلدی جلدی اپنی ضروری چیزیں ہینڈ بیگ میں تقریباً پھینکنے کے انداز میں رکھنے لگی۔ جینز اور کرتا ہاتھ لیکر تن پہ ڈالا ہارون سے پہلے ہی اپنا مختصر سامان اٹھا کر ہوٹل کی لابی میں موجود تھی۔

ہوٹل سے ایئر پورٹ تک دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ البتہ ہارون کو کوئی بے چینی ضرور تھی وہ سارا راستہ فون پہ خاموشی سے کسی سے میسج ایکسچینج کرتا رہا تھا۔ شانزے کے وجود سے مکمل طور پر غافل جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو مگر وہ اپنے ضبط کی آخری حدوں کو آزماتی مسلسل باہر دیکھ رہی تھی۔ ایئر پورٹ پہ بھی جب تک بورڈنگ نہیں ہو گئی ہارون سارا وقت لوگوں کے ہجوم سے ایک طرف ہو کر اضطرابی انداز میں یہاں سے وہاں ٹہلتے ہوئے فون پہ نہ جانے کس کے ساتھ الجھتا رہا۔ ایک دفعہ تو شانزے کو اچھی خاصی پریشانی لاحق ہوئی جی چاہا جا کر پوچھے آخر یہ بیٹھے بٹھائے تمہیں ہوا کیا ہے مگر پھر اسکے الفاظ یاد کر کے بے نیاز ہو گئی۔ دھوکے باز کمینہ !!!

اچھا ہی ہوا تھا جو وہ جہاز میں شانزے کے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھنے کی بجائے علیحدہ بیٹھا تھا۔ پاکستان تک کے سفر میں شانزے نے دو چار آنسو بھی بے دردی سے پونچھ ڈالے۔ کراچی ایئرپورٹ پہ دو گاڑیاں اُنھیں لینے کو موجود تھیں۔ شانزے ہارون کی بھابھی سے ملی اور انھی کے ساتھ اگلی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ہارون بھابھی کے ساتھ سرگوشی میں دو چار باتیں کر کے اپنی سیکرٹری اور ڈرائیور کے ہمراہ دوسری گاڑی میں نکل گیا۔

گاڑی جب کراچی کے اندر جانے کی بجائے بیرونی سائیڈ سے ہی حیدرآباد کو نکل گئی تب وہ چونکی "بھابی ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

وہ دھیمے سے مسکراتے ہوئے بتانے لگیں۔ "ابھی ہم لوگ گوٹھ جائیں گے۔۔۔"

شانزے نے آگے سے دوسرا سوال کر دیا "کیا ابراہیم بھی ادھر ہی ہے؟"

"ارے تمہیں اس نے فون پہ بتایا نہیں وہ تو بڑی اوی کے ساتھ چلا گیا ہے۔"

شانزے جی بھر کے حیران ہوئی "مجھے تو اس نے ایسی کوئی اطلاع نہیں دی کب گیا ہے اور کدھر اوی کے گاؤں؟"

بھابی نے نفی میں سر ہلایا۔ "اصل میں پیپرز کے بعد بچوں کو چھٹیاں تھیں بس اسی لئے ضد کر کے اوی اور بھائی کو منایا اور وہ سب کو لے گئے حتیٰ کہ زری بھی انکے ساتھ گئی ہے سوات سے آگے کے مقامات دیکھنے کا پروگرام ہے کیونکہ سوات تک وہ لوگ پہلے بھی کئی دفعہ جا چکے ہیں۔"

شانزے کو نئی فکر لاحق ہو گئی۔ "کیا کروں میں اس لڑکے کا۔ ہزار دفعہ سمجھایا ہے ایسے ہی بتائے بغیر نہ چلے جایا کرو ابھی کل صبح میری اسکے ساتھ بات ہوئی ہے مگر مجال ہے جو اس نے ایسا کوئی ذکر بھی کیا ہو۔"

بھابی نے کندھے پہ ہاتھ رکھا انداز تسلی دینے والا تھا۔ "فکر نہیں کرو بچہ ہے نا خیال نہیں رہا ہو گا ابھی تو وہ لوگ سفر میں ہونگے انشاءاللہ ایک دفعہ پہنچ گئے تو رابطہ کریں گے پھر تم خود ابراہیم سے بات کر لینا پر ابھی پریشان ہونے کی بجائے دعا کرو کہ وہ لوگ خیریت سے آ گئیں۔"

"ہاں کیوں نہیں انشاءاللہ"

"آمین!"

☆.....☆.....☆

وہ تو عصر کی نماز کے بعد یونہی چہل قدمی کی نیت سے چھت پر آئی تھی اور یہی بات تو یہ ہے تازہ کھلی ہوا میں گھومنے کے بعد اس کے دماغ کو کچھ تراوٹ ملی تھی۔ مگر جو منظر اسکی آنکھوں نے اب دیکھا تھا پوری ہستی ہلا دینے کو کافی تھا۔ وہ جواد تاک کی جانب موجود منڈیر کے قریب کھڑی تھی۔ الٹے قدموں بھاگتی ہوئی تیزی سے نیچے آئی۔ نچلی منزل پہ پہنچ کر پھولی ہوئی سانسوں سمیت باہر کو بھاگتی ہوئی نکلی کہ چمن نے درمیان میں آ کر روکا۔

"ارے کون پیچھے لگا ہوا ہے جو یوں آندھی طوفان بنی بھاگتی جا رہی ہیں؟"

شانزے نے تیز تیز چلتی سانسوں کے درمیان چمن کو گھورا۔ "میرے راستے سے ہٹ جاؤ چمن میں تم لوگوں کا سارا جھوٹ جان گئی ہوں۔ تم سب لوگ ہی آپس میں ملے ہوئے ہو۔"

"کیا کہہ رہی ہیں میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا پلیز مکمل کر بات کریں گی۔"

شانزے کو اسکی ہٹ دھرمی پہ سخت تپ چڑھی۔ "مکمل کر میں بات کروں؟؟ بقول تمہاری امی کہ ابراہیم تمہاری بڑی پھپھو کی فیملی کے ساتھ سوات وغیرہ گھومنے گیا ہوا ہے ابھی صبح میں نے کہا میری بات کروا دیں تو جواب آیا کہ وہ لوگ خود ہی کہیں پہنچ کر رابطہ کر لیں گے اور پچھلے ایک ہفتے سے یہی ڈرامہ چلا آ رہا ہے۔ کوئی شخص بھی گھر پہ ٹکتا ہی نہیں فون لائن بند پڑی ہے میرا موبائل کر کے غائب ہو گیا۔ جس شخص کے ساتھ تین ہفتے پہلے میری شادی ہوئی ہے وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہے اور سب سے بڑا ایلٹا ریمیں ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئی ہوں تمہاری پھوپی کو جواد تاک سے نکل کر اپنی گاڑی میں میاں کے ساتھ روانہ ہوئی ہیں۔ اب بتاؤ مجھے کہ میرا بیٹا کدھر ہے؟؟"

اپنے آخری سوال پہ شانزے نے چمن کے چہرے کا رنگ بدلتے ہوئے صاف دیکھا تھا جس سے اسکے اندر کنڈلی مار کر بیٹھا شک کا ناگ انگڑائی لیکر بیدار ہوا تھا مگر اسکے آگے جو ہوا اس نے شانزے کے حواس کو جھنجوڑ کر رکھ ڈالا۔ اونچا لمبا جوان اس کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑا ہو گیا۔

"شانزے آپا آپ کا گنہگار میں ہوں نہ میں اس دن بچوں کو گاڑی میں اکیلا چھوڑ کر جاتا نہ یہ سب ہوتا پلیز آپ ادا ہارون اور فیملی سے اس قدر بدظن نہ ہوں اس وقت وہ سب صرف آپکی خاطر یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔"

اسکواپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی "چمن میرے بچوں کو کیا ہوا ہے؟؟"

چمن کتنی دیر تک خاموش رہا جیسے اسکو حقیقت کے لئے تیار کر رہا ہو "ابراہیم اور زری کو کسی نے پچھلے ہفتے اغوا کرلیا ہے۔"

اگر وہ سیڑھیوں کی ریلنگ نہ تھام لیتی تو یقیناً گر جاتی کیونکہ جو چمن نے بتایا تھا پیروں کے نیچے سے زمین نکال لے گیا۔ وہ تو پہلے ہی ہارون کے رویے اور اپنی ہتک کا سوچ سوچ کر نیند بھوک ہر چیز بھولے ہوئے تھی اوپر سے یہ غضب۔ یوں لگا جیسے جان ہی نکل گئی ہو۔

"مجھے ہارون بخت کے پاس لے چلو گے ابھی اور اسی وقت۔"

چمن نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "وہ یہ بات پسند نہیں کریں گے کیونکہ انہوں نے آپ کو یہ سب بتانے سے سختی سے منع کیا ہوا ہے۔"

"دیکھو چمن مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے کہ اسکو اچھا لگتا ہے یا برا فار گاڈ سیک۔ مجھے ابھی لیکر چلو ورنہ میں خود چلی جاتی ہوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ وہ ہے کدھر۔"

چمن نے ایک بار پھر اسے سمجھانا چاہا "پلیز آپ ضد نہ کریں اطمینان سے یہاں بیٹھیئے۔۔۔۔۔"

شانزے نے اسے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔ "تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا؟ اور تم ہوتے کون ہو مجھے مشورے دینے والے۔ ہٹو میرے راستے سے ورنہ منہ توڑ دونگی" اس نے اپنے راستے میں کھڑے چمن کو بری طرح جھڑک دیا۔

"آپ جو چاہیں میرے ساتھ سلوک کر سکتی ہیں۔۔ میں آلریڈی ہارون کے بہت بڑے نقصان کا باعث بنا ہوں۔۔ ابھی آپکو اسکے سامنے لے جا کر میں اسے ہمیشہ کے لیے ناراض کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس نے سختی سے سب کو منع کیا ہوا تھا کہ کوئی بھی آپ سے اس واقعے کا ذکر نہیں کرے گا۔۔۔۔"

وہ درمیان میں ہی چیخ اٹھی "بے حس انسان تمہیں اپنے ایمپریشن کی پڑی ہوئی ہے!! آخری دفعہ بول رہی ہوں اور یاد رکھنا اس دفعہ ٹالنے کی کوشش کی ناں تو اینٹ سے اینٹ بجا دونگی تم سب دوغلے دھوکے باز لوگ ہو۔"

سامنے کھڑے چمن نے اضطرابی انداز میں اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرے کچھ دیر کچھ سوچا پھر فیصلہ کرتے

ہوئے جا کر گاڑی کی چابی لے آیا۔

"یو نو واٹ آپ ابراہیم کی اماں ہیں اور آپ کا حق بنتا ہے کہ آپ کو اس ساری صورتحال کا علم ہو۔ آئیں میرے ساتھ۔" شانزے اسی وقت انہی قدموں پہ اسی حلیے میں نکل پڑی۔

☆......☆......☆

آج اتنے دنوں کی خفیہ کوششوں کے بعد اسپیشل فورس والوں کو تھوڑا ہر یک تھرو ملا تھا۔ اس وقت رینجرز کا آفسر اور اسپیشل فورس کا بندہ ہارون کے ساتھ بخت ہاؤس کی سٹڈی میں موجود تھے۔۔۔ دونوں افراد سول کپڑوں میں ملبوس تھے اور بغیر کسی پروٹوکول کے آئے ہوئے تھے۔ وجہ ملنے والی دھمکی تھی کہ اگر ہارون نے کسی قسم کی مدد لینے کی کوشش بھی کی تو نتائج کا ذمہ دار بھی خود ہوگا۔ آج ان لوگوں کے ہاتھ وہ فوٹیج آ گئی تھی کہ جس میں اغوا کا سارا واقعہ ریکارڈ تھا اور یہ فلم اس دکان کے سی سی ٹی وی کیمرے کی تھی کہ جس کے باہر چمن کی گاڑی پارک تھی جب یہ حادثہ پیش آیا تھا۔ جونہی ٹی وی کی سکرین پہ اس آدمی کا چہرہ ابھرا جو اس سارے فساد کی جڑ تھا۔ اسے دیکھتے ہی ہارون کے جبڑے سختی سے آپس میں پیوست ہوئے۔

"ہارون کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو؟"

کیپٹن خاذن کے سوال پر اس نے سر کو اثبات میں ہلایا ساتھ ہی بولا۔ "اور مجھے لگتا ہے کہ میں آپ لوگوں کی مدد کے بغیر ہی آگے کی کارروائی کر لوں گا۔ اس آدمی نے میرے ساتھ بہت ہی گندہ کھیل کھیلا ہے اب میں اسکو بتاؤں گا کیسے کسی کے جگر کے ٹکڑوں کو جدا کر کے کروڑوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور آپ۔۔۔۔" ابھی اسکی بات درمیان میں ہی تھی جب سٹڈی کا دروازہ ایک دھماکے سے وا ہوا تھا۔ ہارون کی دروازے کی جانب پشت تھی اور پلٹ کر دیکھے بغیر وہ جان گیا تھا کہ آنے والی ہستی کون ہے کیونکہ گارڈ سے بھابی کی فون کال اسے بتا چکی تھی کہ شانزے آ رہی ہے۔

"تھینک یو ویری مچ جنٹل مین میں آپکا بے حد مشکور ہوں جو آپ اپنا قیمتی وقت نکال کر آئے مزید آپکی رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں رابطے میں رہونگا۔"

تینوں افراد اسکا اشارہ سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ باری باری تینوں نے ہارون سے ہاتھ ملایا اور نکل گئے۔

تب کہیں جا کر اس نے رخ موڑ کر دروازے کی سمت دیکھا جہاں وہ کھڑی اسے ہی گھور رہی تھی اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہارون کو وہاں اپنے لئے ہر وہ جذبہ نظر آیا جو وہ کبھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ غصہ نفرت دکھ شکوہ۔ اس نے وہی کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔۔۔ سرد مہری کی چادر اوڑھ لی۔

"تمہیں یہاں کون لایا ہے؟؟"

وہ بولی تو لہجہ ہارون سے بھی سرد تھا "اس کا جواب میں بعد میں دوں گی پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ میرا بیٹا کدھر ہے"
ہارون نے اک لمحے کو آنکھیں میچیں۔ "وہ جہاں بھی ہے ایک بات کا یقین رکھو کہ وہ محفوظ ہے۔"

شانزے نے نفرت سے اسے گھورا "یقین کی بات مت کرو ہارون بخت میرے بے وجہ یقین نے ہی مجھے یہاں لا کر کھڑا کیا ہے نہ میں اپنے بچے کو چھوڑ کر تم جیسے دو غلے دھوکے باز کے ساتھ جاتی نہ یہ سب ہوتا۔ شانزے نے آگے بڑھ کر ہارون کا گریبان اپنی مٹھیوں میں پکڑ لیا۔ "تم نے میرے ساتھ جھوٹا وعدہ کیوں کیا؟ اگر میرا بچہ یہاں محفوظ نہیں تھا تو کیوں تم نے مجھے مجبور کیا کہ میں اسکو اکیلا چھوڑ کر جاتی۔ جسم کی ہوس تھی ناں ہارون تو یہیں پوری کر لیتے اسکے لیے اتنا ڈرامہ اور پلاننگ کی کیا ضرورت تھی؟؟"

وہ بولتی جا رہی تھی اور وہ لب بھینچے خاموش کھڑا اسے سن رہا تھا۔

"دیکھو ہارون ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا میں ابراہیم کی ساری جائیداد تمہارے نام کرنے کو تیار ہوں ہم لوگوں کو پھوٹی کوڑی بھی نہیں چاہیے تمہیں ہماری طرف سے کبھی کوئی مطالبہ نہیں ملے گا پلیز میرا بیٹا میرے حوالے کر دو۔"

اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں شانزے کے ہاتھ پکڑ کر اپنی شرٹ چھڑوائی۔ "مجھے اس وقت بہت ضروری کام سے جانا ہے بعد میں بات ہوتی ہے۔"

اسکو پوری طرح نظر انداز کرتے ہوئے مخمل پہ پڑا اپنا موبائل اٹھایا دراز کھول کر پسٹل نکال کر جیب میں رکھا اور دروازے کے جانب بڑھ گیا۔۔۔ باہر سیٹنگ روم میں اسکے بہنوئی اور شانزے کے ابا بڑے بھائی سبھی لوگ موجود تھے مگر وہ رکے بغیر نکل گیا۔۔۔۔۔ پورچ میں چمن ابھی تک گاڑی میں ہی موجود تھا۔ ہارون کو تیزی سے باہر آتے دیکھ کر محتاط ہو گیا کہیں ڈانٹ تو نہیں پڑنے لگی۔ ہارون آیا بھی اسی کی گاڑی کے قریب اور ڈرائیو سائیڈ کا دروازہ کھول کر چمن کو دوسری سیٹ پہ ہونے کا اشارہ کیا۔ چمن بغیر کوئی سوال کئے سیٹ خالی کر گیا۔

ہارون نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، سلف مارا اور گاڑی گھر سے نکالنے کے بعد چمن کی طرف متوجہ ہوا

"جس رفتار سے تم میرے لئے آسانیاں پیدا کر رہے ہو زندگی بڑی حسین لگنے لگی ہے۔"

چمن نے نظر اٹھا کر اپنے پیارے چچا کو دیکھا جو پچھلے ایک ہفتے سے کھانا پینا سونا جاگنا سب بھولا ہوا تھا اسکی اپنی آنکھوں میں آنسو آ گئے" مجھے معاف کر دیں سب کچھ میری لاپرواہی کی وجہ۔۔۔۔۔۔"

ہارون نے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔" نہیں اس وقت نہیں چمن مجھے یہ بتاؤ رزاقی کنکریٹ کے مالک حمید رزاقی کی رہائش گاہ کدھر اور کس علاقے میں ہے۔؟"

اس کے سوال میں چھپی پکھ ان کہی باتوں کو سمجھتے ہو چمن کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔" زیادہ دور نہیں ہے۔" پھر وہ اسے گائیڈ کرتا گیا۔ ہارون خاموشی سے ڈرائیو کرنے میں مصروف رہا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں مطلوبہ گھر کے سامنے تھے۔ چوکیدار چمن کے چہرے سے واقف تھا کیونکہ وہ بابا سائیں کے ساتھ حمید فاروقی کے باپ کی عیادت کو آ چکا تھا۔ ملازم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا گیا۔ اسکو ہارون نے حمید کی بیوی اور باپ کو بلانے کا کہا تھا۔ جب تک گھر کی خاتون اپنے سسر کے ہمراہ وہاں آئی۔ دونوں کو اضطرابی انداز میں کھڑے ہو کر انتظار کرتے پایا۔

"اسلام علیکم! آج تو ہارون بیٹا کہاں سے راستہ بھول کر آ گیا۔" رشید فاروقی نے ہارون سے ہاتھ ملاتے ہوئے دلی خوشی کا اظہار کیا۔

"فاروقی صاحب مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ میں آیا نہیں ہوں بلایا گیا ہوں۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپکا بیٹا حمید اس وقت کہاں ہے؟؟"

ہارون کی سنجیدگی دیکھ کر بڑے میاں ٹھٹھک گئے۔" کیا بات ہے مخدوم ہارون بخت خیریت تو ہے؟؟ اور تم مسلسل کھڑے کیوں ہو بیٹھو ناں۔" انہوں نے نشست کی طرف اشارہ کیا ساتھ ہی چمن کو بھی بیٹھنے کا بولا۔

چمن نے سوالیہ نظروں سے ہارون کی جانب دیکھا ہارون کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ ایک طرف صوفے پہ بیٹھ گیا۔ ہارون نے ایک کرسی سیدھی کی اور ٹک گیا۔ وہ دونوں سسر اور بہو بھی بیٹھ چکے تو ہارون نے بولنا شروع کیا۔

"بزرگوار آپ میرے بابا سائیں کی عمر کے ہیں اس لئے ادب کرنا ضروری سمجھتا ہوں ورنہ میں یہاں کسی خیر سگالی کے جذبے کے تحت نہیں آیا ہوں۔"

رشید فاروقی پوری توجہ سے سن رہے تھے فوراً بولے "ہارون بیٹے تم نے جو کہنا ہے کھل کر کہو کیا حمید سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔"

ہارون نے نفی میں سر ہلایا۔ "جو اس نے کیا ہے اسے غلطی بولنا زیادتی ہے فاروقی صاحب۔ میں پچھلے ایک ہفتے سے اپنے بچوں کی شکل دیکھنے اور آواز سننے سے محروم ہوں کیونکہ میری تین سالہ بیٹی اور گیارہ سالہ بیٹے کو نامعلوم افراد نے پچھلے ہفتے سے اغوا کیا ہوا ہے۔ مجھے دھمکی آمیز فون کالز موصول ہوتی ہیں کہ اگر میں نے پولیس یا پولیس والوں سے کسی قسم کا کوئی بھی رابطہ کیا تو وہ آدمی میرے بچوں کو نقصان پہنچا دیگا اور مجھے کل شام کی ڈیڈ لائن دی گئی ہوئی ہے کہ اس سے پہلے مجھے ڈیڑھ کروڑ روپیہ تاوان دینا ہے۔"

حمید کی بیوی تعجب کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔۔ "جو کچھ آپکی فیملی کے ساتھ ہوا وہ یقیناً افسوس ناک ہے مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ آپ یہ سب ابا کو کیوں بتانے آئے ہیں۔"

ہارون نے اپنی لال انگارہ آنکھوں سے ایک نظر مسز حمید کو دیکھا۔ "بی بی میں یہاں آپ لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹنے نہیں آیا ہوں بلکہ آپ لوگوں سے ہمدردی کرنے آیا ہوں۔ وہ بھی صرف اس لئے فاروقی صاحب کہ آپ بھلے آدمی ہیں خاندانی وضع دار لوگ ہیں۔ آج مجھے ٹھوس ثبوت فراہم کیا گیا ہے کہ میرے بچوں کو اغوا کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ حمید فاروقی ہے۔ رشید صاحب آپ جانتے ہیں کہ میں کس خاندان کا فرزند ہوں اپنے گھر یا گھر والوں کی طرف اٹھنے والی میلی نظروں کو اکھاڑ کر پھینکنا بہت اچھی طرح جانتا ہوں ابھی آپ کے پاس صرف چار گھنٹے رہ گئے ہیں اپنے بیٹے سے رابطہ کیجئے اور اس کو بتا دیں کہ اگر آج کی تاریخ میں میرے بچے صحیح سلامت اپنے گھر نہ پہنچے تو کل کا سورج نکلنے سے پہلے میں حمید فاروقی کی نسل ختم کردوں گا۔"

حمید کی بیوی کچھ کہنا چاہ رہی تھی کہ ہارون نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کروا دیا۔

"بی بی اگر تم میری بات پوری سن لیتیں تو تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب مل ہی جانا تھا بغیر ثبوت کے میں کبھی تمہارے گھر کی دہلیز نہ پار کرتا۔" ساتھ ہی اس نے اپنے فون میں موجود ویڈیو آن کر کے انہیں دکھا دی جس

کے بعد کوئی شک وشبے کی بات نہ رہ گئی تھی۔

دونوں باپ بیٹی حق دق اور ششدر رہ گئے انکے چہروں پہ لکھا ہوا تھا کہ وہ یہ سب امید نہیں کر رہے تھے۔

ہارون نے فون واپس جیب میں ڈالا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"رشید صاحب میں آپکے پاس کوئی منت سماجت کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ موقع دینے آیا ہوں۔ میری بیٹی برٹش نیشنل ہے اسکو ڈھونڈنے میں سکاٹ لینڈ یارڈ میرے اشارے کی منتظر ہو گی۔ یہ آخری چار گھنٹے ہیں اسکے بعد میں پولیس کو بھی انوالو کر دونگا۔ ایک بات یاد رہے کہ میں اسکو معاف تو کبھی نہیں کروں گا ہاں اب وہ اپنی فیملی کو اسی صورت بچا سکتا ہے کہ میرے بچے واپس گھر پہنچ جائیں۔"

اپنی بات پوری کر کے وہ چمن کی جانب پلٹا "تم باہر دروازے پہ کھڑے ہو جاؤ کوئی بھی گھر سے باہر نہیں جائے۔۔۔ گلاب کو فون کر کے ادھر کا پتا کرانے کا کہو اور رشید صاحب آپ بھی میرا نہیں خیال کے کوئی بدمزگی چاہتے ہیں اسلیے اپنے چوکیدار کو بولیں اگلے چار گھنٹوں کے لئے گیٹ سے ہٹ جائے پر باہر کہیں نہ جائے۔"

رشید فاروقی اس وقت انتہا درجے کی شرمندگی محسوس کر رہے تھے۔ ساتھ ہی انکے دھیان میں اپنی جوان پوتیوں کے چہرے گھوم گئے جو کہ اس وقت گھر کے دوسرے حصے میں موجود اس ساری پیدا ہونے والی صورتحال سے بے خبر اپنے روز کے معمولات میں مصروف تھیں۔ پوتے پوتیوں کی زندگیوں کو خطرہ نہ پہنچے یہی سوچ کر رشید فاروقی نے بہو کو حکم دیا کہ جو ہارون نے کہا ہے وہ کرواؤ اور مجھے فون سیٹ کے ساتھ نمبروں والی کاپی بھی دیتی جاؤ۔۔۔ انکی بہو نے انکے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چوکیدار کو گیٹ سے ہٹا دیا۔ اور انکو فون دیکر خود آنکھوں میں آئے آنسو چھپاتیں وہاں سے ہٹ گئیں۔

☆ - - ☆ - - ☆

آج کراچی سے واپس اسلام آباد آئے پورے تین ہفتے گزر گئے تھے ابراہیم کو ایک ہفتہ گھر پہ رکھنے کے بعد ڈاکٹر کے مشورے سے سکول بھیجنا شروع کر دیا گیا تھا تاکہ وہ واپس نارمل روٹین میں مصروف ہو کر اغوا کا واقعہ فراموش کر سکتا۔ ویسے تو وہ کچھ کہتا نہیں تھا مگر شانزے جانتی تھی کہ وہ ہارون اور زری کو مس کرتا تھا۔ اسکا ایک ثبوت یہ بھی تھا کہ روزانہ ایک دفعہ زری سے فون پہ لمبی گپ لگانا ابراہیم کی نئی مصروفیت تھی۔ عموماً کال کرتے وقت

وہ فون اٹھا کر اپنے کمرے میں چلا جاتا یا پھر شانزے وہاں سے جاتی مگر اپنے دھیان کا کیا کرتی جو فون کے بغیر ہی کراچی میں کہیں گھومتا رہتا۔ کبھی بہت زیادہ غصہ آتا اور کبھی جی کرتا پھوٹ پھوٹ کر رو دے مگر اپنے اندر باہر ہونے والی مسلسل جنگ کو بھی ویسے ہی اگنور کر رہی تھی جیسے ساری فیملی کو۔

ابھی بھی فون کو واپس سٹینڈ پر پٹختے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ "جسکو دیکھو نصیحتوں کا ٹوکرا لئے تیار کھڑا ہے بھلا کون سمجھائے کہ ایسے فیصلے لوگوں کے کہنے پہ نہیں بلکہ دل کی مان کر کرنے پڑتے ہیں۔"

شانزے کی بات پہ کام والی خالہ نے اونچی آواز سے احتجاج کیا۔ "شانزے بی بی یہ بات تو تم رہنے ہی دو میں سب دیکھ اور سن رہی ہوں۔"

شانزے نے ساتھ ہی حساب بے باک کیا۔ "اگر آپ واقعی سن رہی ہیں تو اٹھ کر دروازہ بھی کھول دیں تین دفعہ بیل ہو چکی ہے۔" ماسی بڑبڑاتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی ماسی کی بلند ہوتی چیخوں نے شانزے کے پیروں سے جان نکال دی۔

ابھی وہ اپنی جگہ سے اٹھ بھی نہ پائی تھی کہ ماسی چور چور چور آ گئے کہتی سوکی سپیڈ سے شانزے کے سامنے سے گزر کر جا سٹور روم میں بند ہو گئی۔ اب کے شانزے ہکا بکا تھی چور تو اندر نہ آئے پر ماسی غائب عجیب تماشا ہوا تھا۔

جب وہ دروازے تک آئی تو سامنے ہی شرمندہ سا گلاب کھمن گود میں زری کو لئے کھڑا تھا۔ شانزے پہ نظر پڑتے ہی زری چھلانگ لگا کر کھمن کی گود سے باہر تھی۔

"ممی۔۔۔۔!!"

شانزے بے اختیار اسے تھامنے کو نیچے جھکی۔ "ارے میری پری کدھر سے آ گئی"

جتنی زور سے شانزے نے زری کو اپنی آغوش میں بھینچا تھا اتنی ہی مضبوطی سے زری نے اسے تھاما ہوا تھا۔

بڑا خوشگوار سرپرائز ملا تھا۔ "کیا تم لوگ اکیلے آئے ہو؟؟"

شانزے کے سوال کا جواب کھمن نے نفی میں سر ہلا کر دیا۔ "بڑے سائیں نیچے گاڑی میں موجود ہیں۔"

ایک لمحے کو دل پہ مایوسی کی چادر لپٹی محسوس ہوئی مگر اگلے ہی پل بشاشت سے بولی۔ "تو انکو اوپر لیکر آؤ ناں نیچے کیوں چھوڑ آئے۔" بدلے میں کھمن کا جواب سنے بغیر زری کو گود میں لئے نیچے کی جانب بڑھ گئی۔

باہر واقعی بابا سائیں گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ موجود تھے۔ "اسلام علیکم بابا جان آپ اوپر کیوں نہیں آئے۔" وہ کھڑکی کی جانب جھکی تو انہوں نے دروازہ کھول دیا اور اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"بیٹی تمہارے گھر تک آنے کے لئے سیڑھیاں چڑھنا پڑتی ہیں جس سے میں معذور ہوں اور لفٹ کہتے ہیں کہ بند پڑی ہے۔ اسلیے تم گاڑی میں بیٹھو کہیں باہر بیٹھ کر بات چیت کر لیتے ہیں۔"

شانزے کو لفٹ کے خراب ہونے کا بڑا دکھ اور افسوس ہوا۔ چوکیدار کو ماسی کے لئے پیغام دیکر بابا صاحب کے ساتھ چلی گئی۔ گاڑی ایک ریسٹورنٹ کے باہر رکی شانزے زری کو لئے اتری جبکہ کمن نے بابا سائیں کی مدد کی۔ ریسٹورنٹ میں آمنے سامنے بیٹھ کر لنچ کرتے ہوئے ادھر ادھر کی باتوں کے دوران اچانک وہ بولے۔

"شانزے تم ہارون کو سمجھاتی کیوں نہیں ہو"

شانزے کا زری کو نوالا کھلانے والا ہاتھ راستے میں ہی رک گیا۔

"دیکھو میں مانتا ہوں کہ فاروقی کے بیٹے سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ جسکی سزا بھی اسے مل چکی ہے۔ اسکا گھر بک گیا ہے۔ جوان بیٹیوں اور بوڑھے باپ کو لیکر اسکی بیوی دربدر کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ کاروبار تو اسکا پہلے ہی ختم ہو گیا تھا جب ہارون نے اسکا آرڈر واپس کر دیا تھا ناقص مال تھا۔ اسکی بیوی میرے پاس آئی تھی کہ میں ہارون سے کہوں کہ وہ اپنا کیس واپس لے کر فاروقی کو رہا کروا دے کیونکہ ان لوگوں کے پاس تو کیس لڑنے کا بھی سرمایہ نہیں ہے۔ غصے میں وہ بچوں کو لے گیا تھا مگر رکھا اپنی بہن کے گھر ہی۔ مجھے خود اس بدبخت آدمی پہ غصہ ہے پر میرے خیال میں اسکی بیوی نے ہم لوگوں کا ساتھ دیا تھا تو آج ہمیں بھی اسکی بات سننی چاہیے۔ میں نے ہارون سے ابھی بات نہیں کی اور نہ ہی کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے علم ہے کہ وہ آسانی سے نہیں مانے گا اور میں نہیں چاہتا کہ میرا مجرم تو لے اسلیے میں چاہتا ہوں کہ تم اسے سمجھاؤ بلکہ مناؤ۔"

شانزے خاموشی سے نوالے بنا بنا کر زری کو کھلاتی رہی۔ بابا صاحب کو دوبارہ اسے متوجہ کرنا پڑا۔ "ہاں تو شانزے بیٹی میں کیا امید رکھوں۔ کیا تم اسے مناؤ گی؟؟؟"

شانزے نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا نروس محسوس نہیں کیا تھا۔ آہستہ سی آواز سے کہا۔ "بابا جان میرا ہارون سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔"

بابا صاحب نے نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے اسے میز کی طرف اچھالا۔ "ہاں شکریہ تم نے مجھے اصل مسئلہ یاد کروا دیا جس کے لئے میں زندگی میں پہلی مرتبہ بات کرنے کے لئے خود سے چل کر اپنی اولاد کے پاس آیا ہوں۔"

وہ بات کرتے ہوئے اسے برابر دیکھ رہے تھے کہ کیا تاثرات نظر آتے ہیں۔۔۔ جواب میں اس نے اپنا سر اسقدر جھکایا کہ کچھ بھی نہ دیکھ سکے۔

"میں سمجھتا تھا کہ بچے اب بڑے ہو گئے ہیں کاروبار اور نوکریاں کرنے والے اپنا اچھا برا سمجھنے والے اور دونوں اپنا نہیں تو کم از کم اپنے بچوں کے دل کا ہی خیال کرو گے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تم دونوں نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ تم ادھر چھپ کر بیٹھی ہوئی ہو اور ایک وہ صاحبزادے ہیں کوئی ہوش نہیں کب دن نکل رہا ہے کب رات ہوئی آفس سے رات دو تین بجے آتا ہے اور صبح آٹھ بجے ہی پھر سیٹ پہ واپس سارے عملے کی شامت الگ آئی ہوئی ہے۔ اب اندر کی بات کا تو مجھے علم نہیں کہ غصہ اسے تم پہ ہے یا خود پہ مگر نکل ہم سب پہ رہا ہے۔"

شانزے کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے اس لیے خاموشی سے صرف سنتی رہی۔

بابا صاحب نے پوچھا "بچے چاہے کتنے بھی با اختیار اپنے فیصلوں میں خود مختار ہو جائیں بڑوں کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے تم دونوں کا تو اپنی انا کے قلعے میں نہ جانے کب تک قید رہنے کا پروگرام ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ آج تم میرے ساتھ چلو جو بھی اس پہ غصہ ہے غلط فہمی ہے سامنے بیٹھ کر دور کرو۔"

شانزے نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "میں جانا نہیں چاہتی ہوں۔"

بابا صاحب نے اطمینان سے سر ہلا کر تسلی دی۔ "نہ جاؤ کوئی زبردستی نہیں ہے مگر یہ بتا دو کہ میں زری کو بھی تمہارے پاس چھوڑ کر جاؤں یا ابراہیم کو ساتھ لیکر جاؤں؟؟"

آنکھ میں بھر آنے والی نمی کو ہتھیلی کی پشت سے پونچھتے ہوئے بے اختیار ہو کر زری کے چہرے کا بوسہ لیا۔ ابراہیم اور زری کے علاوہ بھی کوئی بہت خوبصورت ہیزل اسے دن و رات کے دوران بہت دفعہ ہارون کی یاد دلواتی تھی۔ حقیقت سے کوئی کب تک بچ سکتا ہے کب تک بھاگ سکتا ہے۔ مگر وہ بھاگ رہی تھی۔ اور نہ جانے

کب تک بھاگتا تھا۔

☆---☆---☆

گھر سے بھائی اور بہنوں کی کئی کالز کل سے ہی آرہی تھیں جس میں ایک ہی مطالبہ کیا جارہا تھا کہ گوٹھ آؤ ساری فیملی اکٹھی ہے اور اس موقع پر تمہاری موجودگی انتہائی ضروری ہے۔ مگر اس نے وہی بہانے کام کی زیادتی کے بنا کر جان چھڑوانی چاہی تھی کیونکہ وہ سرے سے جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ جانتا تھا کہ پس پردہ اسکی سالگرہ منانے کی کوشش ہورہی ہے اسی بات کی اس کو زیادہ چڑ تھی۔ اس وقت بھی رات کافی سے زیادہ بیت چکی تھی اور وہ اپنے آفس میں لائٹس بند میں ہی صوفے پہ نیم دراز تھا جب پہلے تو آفس کا فون بجا اور کافی دیر تک بجتا رہا جب وہ اکتا کر اٹھ ہی گیا تھا تب ہی فون بند ہو گیا۔ وہ وہیں صوفے پہ ہی بیٹھا رہا نمبر دیکھے بغیر بھی جانتا تھا کہ گھر کا نمبر تھا۔ دوبارہ لیٹنے کے چکر میں تھا جب ایک فیکس آئی اس وقت کس کی فیکس ہو سکتی ہے یہی دیکھنے کو اٹھ کر آ گیا۔۔۔ اور دیکھ کر حیران ہوا کیونکہ فیکس گوٹھ سے بابا سائیں کے نمبر سے تھی۔ اور کوئی کاروباری نوعیت کی ہرگز نہیں تھی بلکہ ڈاکٹر کی رپورٹ تھی وہیں کھڑے کھڑے اس نے موصول ہونے والے صفحے کو تین دفعہ پڑھا اور پر موجود نام دیکھا یونہی صفحہ پلٹا تو دوسری جانب کافی بڑے حروف میں صرف تین لفظ لکھے ہوئے تھے۔

"دیو داس انتظار گوٹھ۔۔"

وہیں سب چھوڑ گاڑی کی چابی موبائل اٹھایا۔ فیکس والا ورقہ پینٹ کی جیب میں ٹھونسا اور اگلے دس منٹ تک اسکی گاڑی بھاگتی ہوئی گاؤں کو جارہی تھی۔ جب راستے میں ایک خطرناک حادثے کا شکار ہو گئی۔☆

☆......☆......☆

رات کا کھانا کھانے کے بعد بچے تو سب سو چکے تھے کیونکہ وقت کافی ہو گیا تھا اور بڑے اکٹھے بیٹھے گپیں مار رہے تھے اور موضوع ہارون کی ہی ذات تھی۔ بڑی آپا شانزے سے مخاطب تھیں

"شانزے دیکھو تمہارے سامنے ہی ہے ہم سب نے باری باری کوشش کر دیکھی ہے مگر اب تمہاری باری ہے اور دیکھ لینا اسکے علم میں آنے کی دیر ہے کہ تم ادھر موجود ہو اسی وقت چلا آئے گا۔"

بھابھی سمیت سب بہنوں کے علاوہ نوجوان طبقے کو بھی اس بات سے سو فیصد اتفاق تھا۔ ٹیپو نے ٹھنڈی آہ

ابھری” میں دوستوں سے سنتا تھا کہ بڑے بھائی یا چھوٹے چاچو اور ماموں اپنی شادیوں کے بعد جورو کے غلام ہو کر باقی سب کو بھول جاتے ہیں یارو آج دیکھ بھی لیا۔۔۔۔ میرا شیر جوان چاچا کیسے آدم بیزار کر دیا چاچی جی خدا کا نام لیں اور جا کر اپنے میاں کو کال کریں تا کہ ہمارے بنائے گئے پارٹی پلان کی ماں بہن نہ ہو۔“

پہلے تو وہ ٹالتی رہی مگر جب سارے ہی اسکی جانب دیکھنے لگے تو کال کرنے کے بہانے سے وہاں سے اٹھ آئی مگر فون کرنے کی بجائے اپنے بیگ میں سے ایک لیٹر نکال کر کمرے سے باہر آ کر سیدھی بابا صاحب کے کمرے کے بغل میں موجود سٹڈی میں آنے سے پہلے ملازمہ کے ہاتھ چمن کو پیغام بھیج کر وہاں بلوا لیا۔ جب تک چمن نہیں آ گیا وہ اس لیٹر کو زور سے مٹھی میں بھینچے سٹڈی کا جائزہ لینے میں مصروف رہی۔ اپنے پیچھے قدموں کی آواز ابھری۔

”آپا آپ نے بلوایا؟؟؟“

چمن کے سوال پر وہ اسکی جانب پلٹی۔ ”وہ میں پوچھنا چاہ رہی تھی کہ ہارون اس وقت کہاں ہوگا؟؟“

چمن کچھ سوچتے ہوئے بولا ”آخری ترین اطلاع کے مطابق وہ اس وقت اپنے آفس میں موجود ہیں۔“

شانزے کی جانب سے اگلا سوال فٹ ہوا۔ ”اور یہ اطلاع کس نے دی؟؟؟“

چمن پاس پڑی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ”سب سے اہم سورس انکا باڈی گارڈ گلاب اسکے بعد اس سے بھی پکا سورس انکی سیکرٹری روشانے اور اس کے بعد تیسرا سورس آفس کا چوکیدار۔ اب ان میں سے آپ کو جو بھی قابل بھروسہ لگے اسکی بات مان لیں۔“

شانزے نے دوبارہ سوال کیا۔ ”ان تینوں میں سے اس کے ساتھ اس وقت کون ہے؟؟“

چمن ہنستے ہوئے اسے چھیڑنے لگا ”آپ میرے معصوم سے بھائی پہ شک کر رہی ہیں؟؟ ویسے بتا دوں کہ گلمن کو ڈانٹ کر ساڑھے نو بجے ہی گھر بھیج چکے ہیں۔ روشانے کبھی بہت ضروری اور لازمی ہو تب بھی آٹھ بجے سے زیادہ آفس میں نہیں رک سکتی اسکو اجازت نہیں ہے اور ہاں چوکیدار ادھر ہی ہے وہ بھی گراؤنڈ فلور پر جبکہ آپکے میاں صاحب تیسرے فلور پہ موجود ہیں۔“

شانزے نے ساری انفارمیشن ہضم کرتے ہوئے اپنے مطلب کا اصل سوال پوچھا۔ ”کیا میں یہاں سے

اسکے آفس ایک فیکس بھیج سکتی ہوں؟؟"

چمن اپنی جگہ سے اٹھا۔" کیوں نہیں جناب! وہ کارروائی مکمل پہ رہی آپکی مطلوبہ چیز اور آفس کا نمبر میں ادھر لکھ دیتا ہوں۔" ساتھ ہی اس نے قلم کے ساتھ ایک پرچے پر نمبر نوٹ کروا دیا" اور کچھ؟؟"

اسکے سوال پر شانزے نے نفی میں سر ہلایا۔" ٹھیک یو چمن ابھی بس یہی پوچھنا تھا۔"

چمن دروازے کی جانب بڑھا۔" تو ٹھیک ہے شانزے آپا اپنی ٹائم اور سب سے خاص بات کہ شکریہ آپکا کہ آپ واپس آ گئی ہیں یقین مانیں میں ہارون کے رویے کی وجہ سے گھر میں کسی سے بھی نظر ملانے کے قابل نہیں تھا۔ ہر دفعہ نانا جی ہمیں آ کر ٹوکتی کہ نہ وہ حادثہ ہوتا اور نہ آپ ہارون سے ناراض ہو کر جاتیں۔۔۔"

شانزے نے ہاتھ اٹھا کر اسے درمیان میں ہی ٹوکا" پہلے تو یہ بات جان لو کہ میں اس حادثے کی وجہ سے نہیں گئی تھی خود ہارون کی وجہ سے گئی تھی کیوں اور کس بات پر یہ اسکا اور میرا معاملہ ہے تمہیں کسی بات کے لئے گلٹی فیل نہیں کرنا چاہئے ہاں وہ حادثہ اگر ہونا تھا تو بچوں کے ساتھ کوئی بھی ہوتا کسی کی موجودگی میں بھی ہو سکتا تھا ہمیں بس اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ بچے ٹھیک ٹھاک واپس آ گئے اور میرا نہیں خیال کہ ہارون بھی اس بات کو لیکر تم سے اب تک ناراض ہو۔"

چمن نے فوراً اسکی بات کی تصدیق کی۔" ہاں جی ناراض تو نہیں ہے پر کام بہت کروا رہا ہے اور غلطی کرنے کا مارجن زیرو ہے تو سوچ لیں کیسے طریقے سے بدلے لے رہا ہے۔" بات کے آخر پر چمن کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر شانزے کی ہنسی نکل گئی۔

اور وہ بھی مسکراتا ہوا وہاں سے ہٹا" او کے جی میں تو چلا سونے آپ بھی اپنا کام ختم کر کے آرام کریں آپکا میاں اگر صبح تک خود سے نہ آیا تو پھر اغوا کر کے ہی لانا پڑا تو لے آئیں گے۔

شانزے مسکراتے ہوئے بولی۔" آئی ہوپ کہ اتنے خطرناک ایکشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

چمن شب خیر کہہ کر چلا گیا۔ تو کچھ سوچتے ہوئے وہ کونے میں رکھی فیکس مشین کی جانب آئی وہ زندگی میں پہلی مرتبہ نروس ہو رہی تھی بلکہ کہنا چاہئے نروسنیس جیسے احساس سے پالا ہی کل پڑا تھا جب بابا صاحب کو اپنے روبرو دیکھا اور آج اس لیے وہ یہ سوچنے پر مجبور تھی کہ یہ فیکس دیکھ کر ہارون کا ردعمل کیا ہوگا اور کیا وہ واقعی شانزے

کے جانے کی وجہ سے سب سے لاتعلق بنا ہوا ہے کہ شانزے کا سرے سے منتظر بھی ہے کہ نہیں۔ اگر دوسری بات سچ ہوئی تو یوں اپنا آپ اسکے سامنے کھول کر رکھ دینے کے بعد اسکا ریجیکٹ کرنا کیسے برداشت کرے گی۔ وہ آج اپنی زندگی کا جوا ہی تو کھیل رہی تھی۔ نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

جلدی سے فیکس بھیج کر وہ آفس سے نکل کر سیدھی اپنے کمرے میں آئی۔ ابراہیم اپنے کزن کے ساتھ دوسرے کسی کمرے میں سو رہا تھا البتہ زری شانزے کے بیڈ پہ ہی سوئی ہوئی تھی۔ اب اس وقت رات کے بارہ بجے بیٹھ کر ہارون کے کسی جواب کا انتظار کرنا فضول ہی تھا جبکہ یہ بھی یقین نہ ہو کہ آیا پیغام وہ وصول کر چکا ہے کہ نہیں۔ اس لیے وہ بھی منہ ہاتھ دھو کر لباس بدلنے کے بعد بیڈ پہ زری کے برابر لیٹ گئی جو کہ کل سے لیکر ایک پل کو بھی شانزے کو چھوڑنے پر تیار نہ تھی۔ جیسے دل میں ڈر بیٹھ گیا ہو کہ شانزے پھر سے کہیں غائب ہو جائے گی۔ شانزے نے اسے خود سے قریب کر کے کتنے ہی بوسے لے ڈالے۔ ”میرا بچہ۔۔۔“ زری کو ساتھ لگائے اور ہارون کے بارے میں ہی سوچتے ہوئے اسکی آنکھ لگ گئی مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ دوبارہ جب آنکھ کھلے گی تو ایسی بھیانک خبر سنے گی۔ دروازے پہ ہلکی ہلکی دستک دی جا رہی تھی۔ جب اسکی آنکھ کھلی ارد گرد کا جائزہ لیا پردوں کے باہر سے ہلکی ہلکی روشنی جھانک رہی تھی مڑ کر ایک نظر زری کو دیکھا جو گہری نیند میں معلوم ہوئی اس لیے اس کے جاگ جانے کے ڈر سے فوراً اٹھ کر دروازہ کھولنے پر سامنے ملازمہ کو کھڑے پایا۔

”بی بی سائیں میرے منہ میں خاک جی وہ ہارون سائیں کا بڑا خطرناک ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے جی گھر کے سب لوگ ہسپتال چلے گئے ہیں آپ بھی چلیں جی باہر ڈرائیور انتظار کر رہا ہے۔“

شانزے کی خاک سمجھ نہ آیا۔ ”کیا بک رہی ہو۔۔۔۔!!!“

اسکے غصے سے بولنے پر ملازمہ گھبرائی ضرور مگر پیغام پھر بھی دے دیا۔ ”بی بی دیر نہ کرو باہر گلاب کمسن آپکو لیجانے کے لئے کھڑا ہے۔“

گلاب کمسن کے نام نے دھچکا لگا دیا کیونکہ وہ تو کراچی میں تھا ہارون کے لئے۔ شانزے کی آنکھوں کے سامنے یک دم اندھیرا چھا گیا۔ لڑکھڑا بھی جاتی جو ملازمہ آگے ہو کر تھام نہ لیتی۔

”حوصلہ سائیں حوصلہ۔۔۔“

ملازمہ نے ہی اسے جوتے دیئے اور الماری سے اجرک نکال کر اسے تھمائی۔ کمرے میں سے نکلنے سے پہلے ایک نظر سوئی پڑی زری پر گئی تو آنکھوں میں یک بار اتنا پانی نہ جانے کہاں سے جمع ہو کر آگیا۔ یہ کیا ہو گیا تھا۔ ملازمہ کے ساتھ باہر گیراج تک آئی تو ثمن اجڑی سی شکل لئے گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا ہوا ہے اور کیسے مگر لفظوں نے زبان کا ساتھ ہی نہ دیا۔

ثمن نے دروازہ کھولا وہ اندر بیٹھنے سے پہلے ملازمہ سے صرف اتنا بولی۔ "زری سوئی ہوئی ہے اکیلی ڈر نہ جائے تم اسکے پاس سو جاؤ۔"

ملازمہ نے سر ہلا کر تسلی دی ثمن نے دروازہ بند کیا دوسری طرف سے آ کر ڈرائیور کے برابر بیٹھا تو گاڑی گیٹ سے نکل کر ایک سمت کو روانہ ہو گئی۔ ثمن کے چہرے پہ رقم سنجیدگی نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔ اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"ثمن ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟؟؟"

"بی بی سائیں میرے میں تو حوصلہ نہیں پڑا اندر جا کر پوچھنے کا آپ خود ہی جا کر دیکھ لیجیے گا۔"

ثمن کے جواب سے زیادہ لہجہ ہارا ہوا تھا شانزے کی ہچکیاں بندھ گئیں ایک دفعہ پھر یہ گھرانہ بڑی آزمائش میں پڑ گیا تھا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے ولی اور ثمن کے خون میں لت پت چہرے گھوم گئے۔

"یا اللہ اسے لمبی زندگی بخش دیں آپکو اپنے حبیب کا واسطہ اسے لمبی زندگی عطا کر دیں۔ یا اللہ میں اسکے بغیر کیا کرونگی۔ اسے اس طرح تو مت چھینیں۔ میں نے تو دو مہینوں بعد اسکی شکل دیکھنی تھی اور آپکو علم ہے کہ یہ سارا وقت میں نے اسکی راہ دیکھتے گزارا ہے میرے ساتھ ایسے تو نہ کریں پیارے اللہ جی مجھے معاف کر دیں اگر مجھ سے غلطیاں ہوئیں ہیں تو مجھے معاف کر دیں مگر ایسی سزا تو نہ دیں۔ یا اللہ میرے معصوم بچوں سے انکا باپ نہ چھنے زری تو مر جائے گی۔ میں کیا کرونگی۔ پیارے اللہ جی اسکے باپ نے اپنے دو جوان بیٹوں کے جنازے اٹھائے ہیں اب مزید کوئی بار ان ناتواں کندھوں پر مت ڈالیں۔ پلیز اللہ جی میری فریاد سن لیں۔"

"اب بس بھی کرو شانزے کیوں فرشتوں کی دوڑیں لگوا رہی ہو......"

زندگی سے بھرپور آواز اسکے اتنے قریب سے ابھری تھی کہ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا

شدت گریہ سے سرخ ہوئی نم آنکھیں سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں۔ جو گاڑی کے کھلے دروازے سے ٹیک لگائے دلکشی سے مسکراتے ہوئے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ شانزے چند لمحات تو آنکھیں پھاڑ کر بے یقینی سے اسے گھورتی رہی جب یقین آ گیا کہ سامنے ہارون ہی کھڑا ہے تو ایک جھٹکے سے گاڑی میں سے اتری اور اسکے سامنے کھڑے ہو کر اسکے ہاتھ بازو ٹٹول کر سارا چیک کیا سوائے ماتھے پہ کی گئی بینڈیج کے باقی سب ٹھیک تھا۔ بے اختیار شانزے کا ہاتھ اٹھا اور ویرانے میں زبردست تھپڑ کی آواز گونجی۔

"کمینے تم تو یہاں ٹھیک ٹھاک کھڑے ہو پھر ہم لوگوں کے ساتھ ایسا گھٹیا مذاق کیوں کیا؟؟"

ہارون اپنا گال سہلاتے ہوئے بھی مسکرا رہا تھا۔ "ہم لوگوں سے کون کون مراد ہے؟؟"

شانزے کو اسکا مسخرہ پن ایک آنکھ نہ بھایا۔ "گھر کے سب لوگ تمہیں دیکھنے ہسپتال گئے ہیں۔"

ہارون نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں تو ابھی ہسپتال سے ہی پٹی کروا کر آ رہا ہوں مجھے تو وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔"

شانزے نے اگلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ "محسن سے پوچھ لو۔"

اسکی تقلید میں ہارون نے بھی محسن کو آواز لگائی مگر شانزے حیران ہوئی کیونکہ محسن سرے سے ہی غائب تھا۔ ہارون کا قہقہہ جاندار تھا۔

"تم یا تو ابھی تک نیند میں ہو یا پھر شدید شاک کے زیر اثر ہو کیونکہ یہ تو کوئی تمہارے سوا گھر سے نکلا ہے اور محسن کب کا ڈرائیور سمیت دوسری گاڑی میں واپس جا چکا ہے۔"

شانزے نے سنجیدگی سے اسے گھورا۔ "آخر تم نے میرے ساتھ ایسا گھٹیا مذاق کیوں کیا؟ میرا ہارٹ فیل ہو جاتا تو؟؟"

"کہاں یار مذاق کب کیا ہے میرے ماتھے پہ پٹی نظر نہیں آ رہی کیا؟؟" شانزے نے ہاتھ بڑھا کر پٹی کھینچ دی۔ ہارون کی سی سی نکل گئی۔ "ظالم عورت تین ٹانکے لگے ہیں کھولو گی کیا۔۔۔"

"تم ٹانکے کھولنے کی بات کر رہے ہو میرا تو جی چاہ رہا ہے تمہیں گولی ہی مار دوں۔"

ہارون ہنسا "ابھی کچھ دیر پہلے تو کوئی اور سین چل رہا تھا۔"

شانزے رتی بھر شرمندہ نہ ہوئی "وہ تو نیند میں ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی پریشان ہو گئی تھی بس اور کیا"

وہ ابھی تک مسکرا رہا تھا" تم رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو اس لیے اب جنا بند کر دو ویسے اس وقت تم مجھے کوئی خواب لگ رہی ہو۔"

شانزے نے اسکے سینے پہ مکا مار کر اسے خود سے دور کیا۔ "کمینے انسان زیادہ ڈائیلاگز مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ کونسا تم مجھے لینے آ گئے تھے یہ تو میں بابا جان کو منع نہیں کر پائی ورنہ میں نے آنا نہیں تھا۔"

ہارون حیران ہوا۔ "بابا صاحب اسلام آباد گئے تھے؟؟؟"

"ہاں مگر تمہیں تو توفیق نہ ہوئی۔" دل کا شکوہ دوبارہ سے زبان پہ آ گیا۔

"میں کیوں تمہیں لینے آتا جبکہ چھوڑ کر تم مجھے گئی تھیں جس کا کوئی قصور بھی نہیں تھا تو کس منہ سے تمہیں لینے آتا۔"

شانزے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "تم مجھے جانے ہی نہ دیتے ناں کیوں جانے دیا تھا؟ روکا کیوں نہیں اور یہ کیا کہا تم نے کہ تمہارا کوئی قصور نہیں تھا؟ وہ الفاظ جو تم نے دبئی سے واپسی والے دن اپنے اور میرے اس رشتے کے لئے استعمال کیے تھے تمہیں ایسا کہتے ہوئے شرم نہیں آئی تھی۔"

شانزے کی آنکھوں میں جمع ہونے والا پانی سورج کی پہلی کرنوں نے بہت دلکش بنا کر ہارون کو دکھایا تھا۔ بے اختیار اسکے اور اپنے درمیان موجود فاصلہ ختم کیا شانزے کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر گہرائی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

"تمہارا دل کیا کہتا ہے شانزے میری اس بکواس میں کوئی سچائی تھی؟؟"

شانزے نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اس وقت بہت شاک میں اور پریشان تھا اور اگر ساری صورتحال تمہیں بتاتا تو تمہارا ردعمل، ادھر ہی بہت وقت ضائع ہو جاتا جبکہ میں تمہیں پریشان اور روتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا تھا اسی لئے وہ سب کیا۔"

اس نے شانزے کے آنسو صاف کر دیے۔ شانزے نے ہارون کے چہرے کو اپنی انگلیوں سے دھیرے سے چھوا۔ "اگر تم بتا دیتے تو اس قدر پریشانی میں اکیلا تو نہ کھڑے ہوتے۔"

ہارون نے اسکے ماتھے پہ بوسہ دیا۔ "میں بہت ڈر گیا تھا شانزے وہ میری زندگی کے بدترین دن تھے اگر

خدانخواستہ ابراہیم یا زری کو کوئی نقصان پہنچتا تو مجھے نہیں علم میں کیا کر دیتا۔ خیر معاف تو اس بدبخت کو اب بھی نہیں کروں گا۔"

شانزے نے اسکے لبوں پہ انگلی رکھی۔ "اس کو اور اسکی فیملی کو کافی سزا مل چکی ہے ہارون۔"

ہارون نے نفی میں سر ہلا کر تنبیہ کرتی نظروں سے دیکھا۔ "اس موضوع کو چھوڑو اور مجھے اس فلکس کے بارے میں بتاؤ۔۔۔۔۔ میرے علاوہ ساری فیملی کو تو علم ہو گا مجھے پہلے کیوں نہ بتایا یہی فلکس مہینہ پہلے نہیں کر سکتی تھیں میں سر کے بل چل کر تمہیں لینے آتا؟؟؟"

شانزے نے تولتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ "تمہارے علاوہ اور کسی کو علم نہیں ہے اور یعنی تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ صرف اپنے آنے والے بچے کی خاطر تم مجھے واپس لے آتے۔۔۔"

ہارون نے اسے درمیان میں ٹوک دیا۔ "پاگل ہوئی ہو۔ تم جانتی ہو کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ میری جو حالت رہی ہے تمہیں پتا چل ہی گیا ہو گا میں تو نہ جانے کتنی دفعہ یہ سوچ کر مرا ہوں کہ میں تمہیں اور ابراہیم کو کھو چکا ہوں اس لیے مجھے تو صرف تمہارے اشارے کی ضرورت تھی۔"

وہ لوگ کوٹھ کو جانے والی پگڈنڈی پہ کھڑے تھے۔ ہلکے ہلکے اندھیرے کو سورج کی تازہ کرنوں نے اپنی آغوش میں چھپا کر ساری دھرتی کو چمکتے نور میں نہلا دیا۔ ان دونوں کے وجود بھی وہم اور غلط فہمی کے اندھیرے سے نکل کر پیار کے اس نور میں نہا گئے تھے جو دل کے نہاں خانوں میں ایک دوسرے کے لیے موجود تھا۔

شانزے نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا "ہارون اب گھر چلیں۔ بچے اٹھ گئے ہونگے۔"

ہارون نے ایک دفعہ پھر اس کے ماتھے کا بوسہ لیا اور اثبات میں سر ہلاتا ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھنے سے قبل پسنجر سیٹ کا دروازہ شانزے کیلئے کھولا۔ اسکے بیٹھنے کے بعد گھوم کر دوسری طرف سے اپنی سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے جب گاڑی آگے بڑھائی تو ہونٹوں پہ بڑی دلکش مسکراہٹ کھیل رہی تھی جس پر شانزے نے وجہ پوچھی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ ساری فیملی کو ناشتے پہ یہ سرپرائز ملے گا تو کیا تاثرات ہونگے خاص کر زری اور ابراہیم کے۔"

شانزے گھبراہٹ کا شکار ہوئی "کیا مطلب ہے تم ابھی جا کر سب کو بتانے والے ہو کہ ہمارا بچہ آ رہا ہے۔"

"ہاں بھئی میری سالگرہ کا بہترین تحفہ ہے۔۔۔۔۔"

شانزے نے سر پہ ہاتھ مارا۔ "دیکھو ذرا میں بھی کتنی پاگل ہوں اتنی باتیں کر لیں اور جو مین بات تھی وہ کی ہی نہیں۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو مائے ہینڈسم ہسبنڈ اینڈ آئی لو یو اور اگر تم نے بچوں کو بے بی کے بارے میں بتایا تو آئی ول کل یو۔۔۔۔!"

ہارون نے بیچارہ سا منہ بنایا۔ "کیا یار اتنے شاندار الفاظ میں وش کیا ہے ایکسیڈنٹ کرواؤ گی کیا؟؟"

شانزے نے بری طرح گھورنے کے ساتھ ساتھ اسکے بازو پہ مکے برسانے شروع کر دیئے۔

"انسان کی شکل اچھی نہ ہو تو کم از کم بول ہی اچھا دے ایک منحوس لفظ بولتے ہوئے تمہیں اتنی شرم نہیں آ رہی کہ کوئی گھڑی قبولیت کی ہوتی ہے۔"

ہارون نے ہنستے ہوئے اسکو ساتھ لگا لیا تو زندگی دھیرے سے مسکرا دی۔